2

ابتدائی معاشیات

دوسرا حصّہ

مُصنّفہ

امرناتھ اگروال ایم۔ اے۔ اُستادِ معاشیات رامجس کالج دہلی

مترجم

شیوانند شرما بھاسکر

مطبوعہ

فرینک برادرس اینڈ کمپنی دہلی

باراول تعداد ۱۰۰۰ ۱۹۴۸ء قیمت ۱۲

فہرستِ ابواب

تبادلہ

باب ۲۴

اول بدل تبادلہ کا مطلب اور اس کی ضرورت کے بارے میں پہلے لکھا جا چکا ہے۔ تبادلہ اور معاشرت کے دیگر حصوں کے آپسی تعلقات کا بھی بیان ہو چکا ہے۔ اب تبادلہ کے بیان میں ہم یہ مطالعہ کریں گے کہ کیسے اور کیوں کر اشیاء کا تبادلہ ہوتا ہے۔ کیسے کسی چیز کی قیمت مقرر ہوتی ہے۔ کن اداروں کے ذریعہ تبادلہ میں خاص آسانی ملتی ہے۔ وغیرہ

پرانے زمانہ کا شخص پورے طور پر خود نذیر تھا اپنی ضروریات کی سبھی اشیاء وہ خود تیار کرتا تھا۔ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے واسطے وہ کسی دوسرے کا محتاج نہ تھا۔ پیداوار اور صرف کے درمیان سیدھا تعلق تھا۔ لہذا اس وقت تبادلہ کی کوئی ضرورت نہ تھی لیکن اب اُس وقت جیسی حالت نہیں رہی۔ موجودہ پیداوار کا سارا ڈھانچہ ہی بدل گیا ہے۔ آج کل مزدوروں اور مشینوں کی مدد سے بڑے پیمانہ پر پیداوار کی جاتی ہے۔ اب ہم اپنی ضروریات کی ہر ایک شے خود پیدا نہیں کرتے۔ اور نہ ایسا کرنا اب ممکن ہی رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ

ہماری ضروریات پہلے کے مقابلہ میں بہت بڑھ گئی ہیں۔
موجودہ پیداوار ذاتی مصارف کے واسطے نہیں بلکہ منڈی میں خرید فروخت کی جاتی ہے۔ یہ خصوصیات زمانہ ہے جو جس شے کے بنانے میں ماہر ہوتا ہے۔ وہ وہی شے تیار کرتا ہے۔ چاہے اس چیز کی ضرورت ہو یا نہیں۔ بڑے بڑے کارخانوں میں جو کچھ مال تیار ہوتا ہے۔ وہ منڈی میں خرید وفروخت کے لئے بھیجدیا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں جب تک ہند گی ہوئی چیزوں کو صارف تک نہ پہونچایا جائے گا تب تک پیداوار ادھوری رہے گی۔ اور اس وقت تک صرف کا کام بند رہے گا۔ پھر بھلا کس طرح مختلف ضروریات کو پورا کیا جاسکے گا۔ اس لئے یہ بالکل ضروری ہے کہ پیداوار اور صرف کو ملایا جاوے۔ یہ کام تبادلہ کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ پیدا کی ہوئی اشیاء کو مصارف تک پہنچانے کے واسطے تبادلہ کے عمل کی ضرورت ہے۔ تبادلہ سے پیداوار ہوتی ہے اور صرف ممکن ہوجاتا ہے۔ اس لئے موجودہ معاشی طرز عمل میں تبادلہ کا خاص مقام ہے۔

انسان کی ترقی میں تبادلہ کا کافی ہاتھ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاشیات میں تبادلہ کا خاص طور پر مطالعہ کیا جاتا ہے۔

کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے۔ لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے کہ تبادلہ قطعی مرضی کے مطابق ہونے سے جب تک دونوں

پارٹی والوں کو فائدہ نہ دکھلائی دے گا تب تک تبادلہ نہ کیا جاوے گا۔ تبادلہ کے واسطے یہ ضروری ہے۔ کہ دونوں پارٹیوں کے لوگ تبادلہ کرنے کے خواہش مند ہوں یہ خواہش ان میں تبھی پیدا ہوگی۔ جب ان کو یہ یقین ہوگا کہ تبادلہ کے عمل سے انہیں فائدہ ہوگا۔ کوئی بھی شخص اپنی چیز کے بدلے میں دوسری چیز لینے کو جس کی افادیت کم ہے۔ تیار نہ ہوگا۔ مثال کے واسطے مان تو کہ موہن کے پاس چاقو ہے۔ اور سوہن کے پاس ٹارچ اور دونوں تبادلہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ تبھی ممکن ہے کہ جب موہن کے لئے ٹارچ کی افادیت چاقو سے زیادہ ہو اور سوہن کے لئے چاقو کی افادیت ٹارچ سے زیادہ ہو۔ دونوں کو یہ یقین ہونا چاہئے کہ تبادلہ کے ذریعہ حاصل شدہ افادیت اس سے زیادہ ہے۔ جو دینی پڑتی ہے۔ لہذا جب طرفین کو تبادلہ سے فائدہ دکھائی دیتا ہے تبھی خرید وفروخت ہوتا ہے۔ ورنہ نہیں۔

اقسام تبادلہ } تبادلہ دو طرح سے ہوتا ہے۔ ع۱ اشیاء کے ادل بدل کے ذریعہ دوسرا سکہ کے ذریعہ۔ دوسری قسم کے تبادلہ کو خرید وفروخت کہا جاتا ہے۔ آج کل تبادلہ سکہ کے ذریعہ ہی ہوتا ہے۔

ع۱ ادل بدل } اگر صاف طور پر ایک چیز کے بدلہ میں دوسری چیز دی جاتی ہے تو

اس طرح کے تبادلہ کو اَدل بدل کہتے ہیں جیسے اگر ایک میز کے بدلے میں ایک کرسی دی جاتی ہے تو اس تبادلہ کو اَدل بدل کہیں گے۔ اسی طرح اگر دو شخص اپنی خدمات کا سیدھے طور سے تبادلہ کرتے ہیں تو اسے بھی اَدل بدل کہیں گے۔ اشیاء کو سیدھے طور سے ادل بدل کرنے میں بہت سی دقتیں ہوتی ہیں۔ ضروریات اور تبادلہ کی جانے والی اشیاء کی تعداد میں زیادتی ہونے سے دقتیں اور بھی بڑھ جاتی ہیں۔ یہانتک کہ ایک حد کے بعد تبادلہ کا عمل مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ آج اگر کوئی شخص ادل بدل کی مدد سے اپنی مختلف ضروریات کو پورا کرنا چاہے تو وہ بری طرح ناکام رہے گا۔ موجودہ معاشی دائرہ اس قدر وسیع بن گیا ہے کہ ادل بدل سے کام نہیں چل سکتا۔ ادل بدل کی خاص مشکلات حسب ذیل ہیں

(۱) اس طرح کے تبادلہ کے واسطے یہ سخت ضروری ہے۔ کہ جو چیز ایک شخص چاہتا ہے وہ دوسرے کے پاس ہو۔ اور جو چیز دوسرا شخص چاہتا ہے۔ وہ پہلے سے پاس ہو جب تک ضروریات کا اس طرح ملان نہ ہوگا۔ تب تک اشیائ کا ادل بدل نہ ہو سکے گا۔ اس طرح کا ملان بہت مشکل سے ہو پاتا ہے۔ مان لو موہن کے پاس ایک گائے ہے۔ اور وہ اس کے عوض میں گھوڑا چاہتا ہے۔ اب اسے ایک ایسے شخص کی تلاش کرنی پڑے گی جس کے پاس ایک گھوڑا ہو اور اسے گائے کی تلاش ہو۔ ممکن ہے اسے کوئی شخص مل

جاوے جس کے پاس گھوڑا ہو لیکن گائے کے ساتھ وہ تبادلہ کرنے کو تیار نہ ہو۔ ایسی حالت میں بھی تبادلہ نہ ہو سکے گا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اشیاء کے سیدھے طور سے ادل بدل کرنے میں کتنی مشکل ہوتی ہے اور کتنا وقت برباد ہوتا ہے۔

(ب) کچھ اشیاء ایسی ہیں جن کا ادارہ اور سب ادارہ نہیں ہو سکتا جیسے گائے میز ناؤ وغیرہ۔ تقسیم کرنے سے ان کی قیمت بہت کم ہو جاتی ہے۔ یا برباد ہو جاتی ہے۔ اگر سب اشیاء کی ایک جیسی قیمت ہو۔ تو اس قسم کے تبادلہ میں کوئی مشکل نہ ہوگی۔ لیکن دراصل اشیاء کی قیمت مختلف ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں کس طرح مختلف قیمتوں والی اشیاء کا سیدھے طور پر ادل بدل ہو سکتا ہے۔ اشیاء کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے قیمت برابر کرنا ہر وقت ممکن نہیں ہے۔ اگر ہم چاہیں کہ گائے کے ٹکڑے کر کے مختلف لوگوں کو الگ الگ تقسیم کر کے ان سے ان کی اشیاء لیں تو یہ ممکن نہیں ہے۔

(س) تیسری مشکل جو اشیاء کو سیدھے طور سے بدلنے میں ہوتی ہے یہ ہے کہ مختلف اشیاء کی قیمت جاننے اور مقابلہ کرنے کے لئے کوئی پیمانہ یا ذریعہ نہیں ہوتا پھر کس طرح اشیاء کا ایک دوسری سے ادل بدل کیا جائے پیمانہ نہ ہونے سے یہ طے کرنے میں بہت دقت پڑتی ہے کہ اشیاء کا کس ذریعے تبادلہ ہو۔ اس سے اور بہت سی دقتیں آکھڑی ہوتی ہیں۔

۲۔ خرید و فروخت } ادل بدل کی شکلوں سے بچنے کیواسطے آہستہ آہستہ سکہ کا رواج شروع ہوا لوگوں کو یہ محسوس ہوا کہ اگر کسی ایک خاص شے کو تبادلہ کا ذریعہ بنایا جاوے اور اسی سے اشیاء کی قیمتوں کا مقابلہ وغیرہ کیا جاوے تو تبادلہ کا عمل بہت آسان ہو جاوے گا۔ مختلف مقامات اور اوقات پر مختلف اشیاء اس کام کے واسطے چھانٹی گئیں۔ جو چیز یہ کام کرتی ہے اسے سکہ کا نام دیا جاتا ہے۔ سکہ کے اجرار سے سیدھے طور پر ادل بدل کرنے کی ضرورت ختم ہو گئی۔ تبادلہ سکہ کے ذریعہ ہونے لگا یہ آج کل تبادلہ کے عمل میں سکہ کا خاص مقام ہے۔ تقریباً تبادلہ کا سب کام اب سکہ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ سکہ کے استعمال سے تبادلہ کے دو حصے ہو جاتے ہیں۔ ۱۔ خرید و ۲۔ فروخت۔ جب سکہ کے بدلہ میں اشیاء دی جاتی ہیں تو اسے فروخت کہتے ہیں اور جب اشیاء کے بدلہ میں سکہ دیا جاتا ہے تو وہ خرید کہلاتی ہے۔ تبادلہ کے دو حصے ہو جانے سے تبادلہ کا کام بہت ہی آسان ہو گیا ہے۔

تبادلہ کی اہمیت } موجودہ زندگی میں تبادلہ کو بہت اہمیت حاصل ہے زندگی کا کوئی بھی ایسا حصہ نہیں جس پر تبادلہ کا اثر نہ پڑتا ہو۔ تبادلہ کا ہماری زندگی سے ایسا قریبی تعلق ہو گیا ہے کہ اگر تبادلہ کا عمل بند ہو جاوے تو مہذب زندگی کی جو جو خوبیاں

ہمیں دکھائی دیتی ہیں وہ قریب قریب سب دور ہو جاویں ویسی حالت میں انسان تہذیب اور ترقی کے راستہ سے بہت نیچے گر جائے گا۔

اگرچہ تبادلہ خود انتہا نہیں ہے پھر بھی ہماری بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے کے واسطے یہ سخت ضروری ہے۔ تبادلہ کی مدد سے دولت کا اچھے طریقہ سے کام میں لانا ممکن ہو جاتا ہے۔ اشیاء کی افادیت بڑھ جاتی ہے جس سے ہر شخص کو فائدہ پہونچتا ہے۔ تبادلہ کے نہ ہونے پر یہی نہیں کہ بہت سی اشیاء بیکار پڑی رہ جائیں گی بلکہ ان کی پیداوار ہی نہ ہوگی۔ بغیر تبادلہ کے ہندوستان اپنے جوٹ کا، انگلینڈ اپنے کوئلے کا یا آسٹریلیا اپنے اون کا کسی بھی طریقہ پر استعمال کر سکے گا۔ پیداوار کم ہو جائے گی اور لوگوں کی زندگی کا اسٹینڈرڈ گر جائے گا۔ تبادلہ کی مدد سے انسان اور قدرت کی طاقتوں کا پورے طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ملک کے قدرتی ذرایع کا مناسب طریقہ سے ان مقامات یا کاموں میں استعمال کیا جا سکتا ہے جن کے لئے وہ مناسب ہیں۔ تبادلہ کے نہ ہونے پر ہر ایک شخص کو اپنی ضرورت کی سبھی اشیاء خود تیار کرنا پڑیں گی۔ چاہے ان کی پیداوار کی اس میں قابلیت ہو یا نہیں۔ لیکن تبادلہ کے ساتھ یہ بات نہیں ہے۔ اس وقت پیداوار کا انتظام ذاتی ضروریات کے مطابق نہ کیا جا

کر قابلیت کے مطابق کیا جاتا ہے۔ ہر ایک شخص اپنی قابلیت
اور طاقت کے مطابق کام پر لگ جاتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر
مزدوری کے اصولوں کا پیداوار کے دائرہ میں اچھی طرح
سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس کی مدد سے انسان
کہیں زیادہ اقسام کی اشیاء کا استعمال کر سکتا ہے
بڑے پیمانہ کی پیداوار۔ مزدوری بین الاقوامی تجارت
وغیرہ کے فوائد سے ہم بخوبی واقف ہیں۔ موجودہ معاشی
زندگی کے یہ خاص نشان سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن تبادلہ
کے بغیر یہ سب ناممکن ہے۔ لہذا انسانی ترقی اور خوشحالی
کے واسطے تبادلہ کا ہونا ضروری ہے۔

منڈی

باب ۲۵

منڈی کی تعریف عام طور پر ہم اس مقام کو منڈی کہتے ہیں جہاں مختلف قسم کی اشیاء خرید و فروخت کی جاتی ہیں۔ لیکن معاشیات میں کسی ایک مقام کو منڈی نہیں کہتے۔ منڈی کا حقیقی مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کے خریداروں اور فروخت کرنے والوں میں باہم مقابلہ ہو۔ جس سے چیز کی قیمت میں برابری کی گنجائش ہو۔ اگر ایک چیز کسی خاص مقام پر فروخت کی جاتی ہے تو وہ مقام اس چیز کے واسطے منڈی ہے۔ اگر اس کی خرید و فروخت وہاں نہیں ہوتی تو اس مقام کو اس چیز کی منڈی نہیں کہیں گے۔ اگرچہ ایک ہی مقام پر بہت سی اشیاء فروخت ہوتی ہیں۔ پھر بھی ہر ایک چیز کی اپنی اپنی منڈی ہوتی ہے۔ جتنی اشیاء ایک مقام پر بکتی ہیں اتنی ہی منڈیاں اس مقام پر مانی جائیں گی۔ پس معاشی منڈی کی یہ ایک خصوصیت ہے کہ اس کا تعلق ایک خاص چیز کے ساتھ ہوتا ہے۔ مقام کے ساتھ نہیں۔

منڈی کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ چیز کے خریدنے اور فروخت کرنے والوں میں باہمی مقابلہ معاشی منڈی

کا خاص نشان تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن مقابلہ کے واسطے یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ بیچنے اور خریدنے والے ایک مقام پر ہوں۔ وہ مختلف مقامات پر رہتے ہوئے بھی ریل ڈاک تار ریڈیو وغیرہ کی مدد سے آپس میں اچھی طرح سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے۔ کہ دونوں طرف والوں میں بہ اکثر مقابلہ ہو۔ یہ مقابلہ تب ہی ممکن ہے۔ جب کہ خریدار اور فروخت کنندہ دونوں کو منڈی کی حالت کا بخوبی علم ہو۔ مقابلے کے اثر سے کسی چیز کی قیمت ساری منڈی میں ایک وقت میں ایک ہی ہوگی اگر کسی ایک چیز کے خریدنے اور بیچنے والوں میں پورا مقابلہ ہے اور انھیں اس بات کی آزادی ہے کہ جب اور جہاں چاہیں بیچ اور خرید سکتے ہیں۔ تو اس حالت میں اس چیز کی قیمت منڈی کے ہر ایک حصہ میں ایک ہی ہوگی۔ فرض کر لو کہ کوئی فروخت کنندہ اوروں سے کم قیمت پر فروخت کرنے کو تیار ہے۔ اس حالت میں سب خریدار اس کی طرف کھنچ آویں گے۔ باقی سب بیچنے والے اس چیز کو نہ بیچ سکیں گے کیونکہ ان کے پاس کوئی بھی خریدار نہ آوے گا۔ اگر وہ بیچنا چاہتے ہیں۔ تو انہیں بھی وہی قیمت منظور کرنی پڑے گی۔ اسی طرح اگر کوئی خریدار دیگر خریداروں کے مقابلے میں زیادہ

قیمت دینے کو تیار ہے تو سب ہی فروخت کنندہ اپنے مال کو اسی کے ہاتھ بیچنا چاہیں گے۔ دیگر خریداروں کو وہ چیز نہ مل سکے گی۔ جب تک وہ بھی اتنی ہی قیمت دینے کو تیار نہ ہو جائیں۔ اگر منڈی میں مقابلہ ہے تو کوئی بھی خریدار کسی چیز کے واسطے اس قیمت سے زیادہ دینے کو تیار نہ ہوگا۔ جتنا کہ دیگر خریداروں کو دینا پڑتا ہے اور نہ کوئی فروخت کنندہ اس قیمت سے کم پر اپنی چیز کو بیچنے کے واسطے تیار ہوگا۔ جتنا کہ دیگر فروخت کنندوں کو اس چیز کے مقابلہ میں ملتا ہے اس طرح مقابلہ کے اثر سے کسی ایک چیز کی قیمت منڈی کے مختلف حصوں میں رسل و رسائل کی لاگت خرچ کو چھوڑ کر ایک جیسی رہتی ہے۔ ایک خاص چیز کے واسطے ایک قیمت کا ہونا منڈی کی تیسری خصوصیت ہے۔

مندرجہ بالا خصوصیات کو دھیان میں رکھتے ہوئے منڈی کی تعریف اس طرح کی جا سکتی ہے۔ معاشیات میں منڈی سے مراد ایک خاص چیز اور اس کے فروخت کرنے اور خریدنے والوں سے ہے۔ جن سے آپسی مقابلہ کے اثر سے چیز کی قیمت میں جلدی اور آسانی سے برابری کا خیال ہوتا ہے۔

منڈی کا دائرہ } منڈی کے دائرہ سے یہ مراد ہے کہ کس چیز کے بیچنے اور خریدنے

والوں میں دنیا کے کن کن حصوں میں مقابلہ ہوتا ہے
اگر مقابلہ کا دائرہ بڑا ہے۔ تو منڈی کا دائرہ وسیع
ہوا ورنہ منڈی کا دائرہ چھوٹا کہا جائے گا کچھ اشیاء
کی منڈی کا دائرہ بڑا ہوتا ہے جیسے سونا چاندی،
وغیرہ اور کچھ کا کم جیسے دودھ۔ پھل۔ سبزی وغیرہ،
منڈیوں کے دائرہ کا وسیع یا چھوٹا ہونا کئی باتوں
پر منحصر ہوتا ہے۔ جن میں سے خاص مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) منڈی کا دائرہ اشیاء کی مانگ پر منحصر
ہے۔ تمام دنیا میں مانگ والی اشیاء کی منڈی
بہت بڑی ہوتی ہے۔ جتنی زیادہ کسی چیز کی طلب
ہوگی اتنی ہی بڑی اس چیز کی منڈی ہوگی۔ سونا
چاندی گیہوں وغیرہ کی منڈیوں کا دائرہ دنیا بھر میں
پھیلا ہوا ہے۔ کیونکہ سبھی دیشوں میں ان اشیاء کی
طلب ہوتی ہے۔

(۲) کسی چیز کی منڈی کا دائرہ اس بات پر بھی منحصر
ہے کہ وہ چیز کیسی ہے۔ جلد خراب ہونے والی چیز ہے
یا قائم رہنے والی۔ جلد خراب ہونے والی اشیاء کو
دور دور کے مقامات تک نہیں بھیجا جا سکتا۔ اس وجہ
سے ان اشیاء کی منڈیاں صرف مقامی منڈیاں ہی
ہوتی ہیں۔ جیسے دودھ پھل سبزی وغیرہ کی منڈیاں۔

(۳) بڑی منڈی کے واسطے یہ ضروری ہے۔

کہ چیز کی قیمت اس کے وزن کے مقابلہ میں زیادہ ہونی چاہیئے۔ جن اشیاء کا وزن کم ہوتا ہے اور قیمت زیادہ ہوتی ہے۔ ان کی منڈیاں وسیع ہوتی ہیں جیسے سونا۔ ہیرا اور سلک وغیرہ کی منڈیاں۔

۴۔ جو اشیاء آسانی سے پہچانی جاسکتی ہے یا جن کے نمونہ نمبر اور درجے آسانی سے تیار کئے جا سکتے ہیں ان کی منڈیوں کا دائرہ وسیع ہوتا ہے جیسے چاء۔ گیہوں چینی۔ روئی وغیرہ۔

۵۔ چیز کو پورا کرنے کی طاقت کا بھی منڈی کی وسعت پر اثر زیادہ پڑتا ہے۔ اگر پورتی محدود ہے تو منڈی چھوٹی ہوگی۔ وسیع منڈی کے واسطے یہ ضروری ہے کہ اشیاء کثیر مقدار میں ہو۔

۶۔ کسی چیز کی منڈی کا دائرہ اس بات پر بھی منحصر ہوتا ہے کہ اس کے بدلہ میں استعمال کی جانے والی اشیاء کتنی ہے۔ اگر ایک چیز کے مقام پر بہت سی دیگر اشیاء استعمال میں لائی جاسکتی ہیں تو اس چیز کی منڈی کی وسعت کم ہوگی۔ بمبئی ملز کے کپڑوں کی منڈی کم وسیع ہیں۔ کیونکہ دیشی ملوں میں تیار ہوئے سستے کپڑے اس کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر قہوہ کا چلن نہ ہو تو چاء کی منڈی کی وسعت بھی پھیل جاوے۔

مندرجہ بالا باتوں سے یہ آسانی سے جانا جاسکتا ہے کہ کیوں کچھ اشیار کی منڈی دوسروں کے مقابلہ میں بہت بڑی ہوتی ہیں۔

رسد

باب ۲۶

رسد کا مطلب قیمت کے مسئلہ پر غور کرنے سے پہلے رسد کی بابت واقفیت ضروری ہے۔ رسد کے علم کے بغیر قیمت کے متعلق باتوں کو سمجھنا مشکل ہے لہذا اس باب میں رسد کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

کسی شے کی رسد سے مطلب چیز کی اس مقدار سے ہے جو ایک خاص قیمت پر فروخت کرنے کے لئے منڈی میں لائی جاتی ہے۔ چیز کی رسد اور اس کے اسٹاک میں یہ فرق ہے۔ کہ اسٹاک چیز کی کل مقدار کو کہتے ہیں اور رسد اسٹاک کا صرف ایک حصہ ہے جسے فروخت کنندہ کی ایک خاص قیمت پر فروخت کرنے کے لئے تیار ہے۔ جلدی خراب ہونے والی اشیاء

کے اسٹاک اور رسد میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس اشیار کو کافی عرصہ تک اکٹھا نہیں کیا جا سکتا ہے لیکن مستقل اشیار کی رسد اور ان کے اسٹاک میں کافی فرق ہوتا ہے۔ قیمت کے مطابق اسٹاک کا الگ الگ حصہ بھیجنے کے واسطے نکالا جا سکتا ہے۔

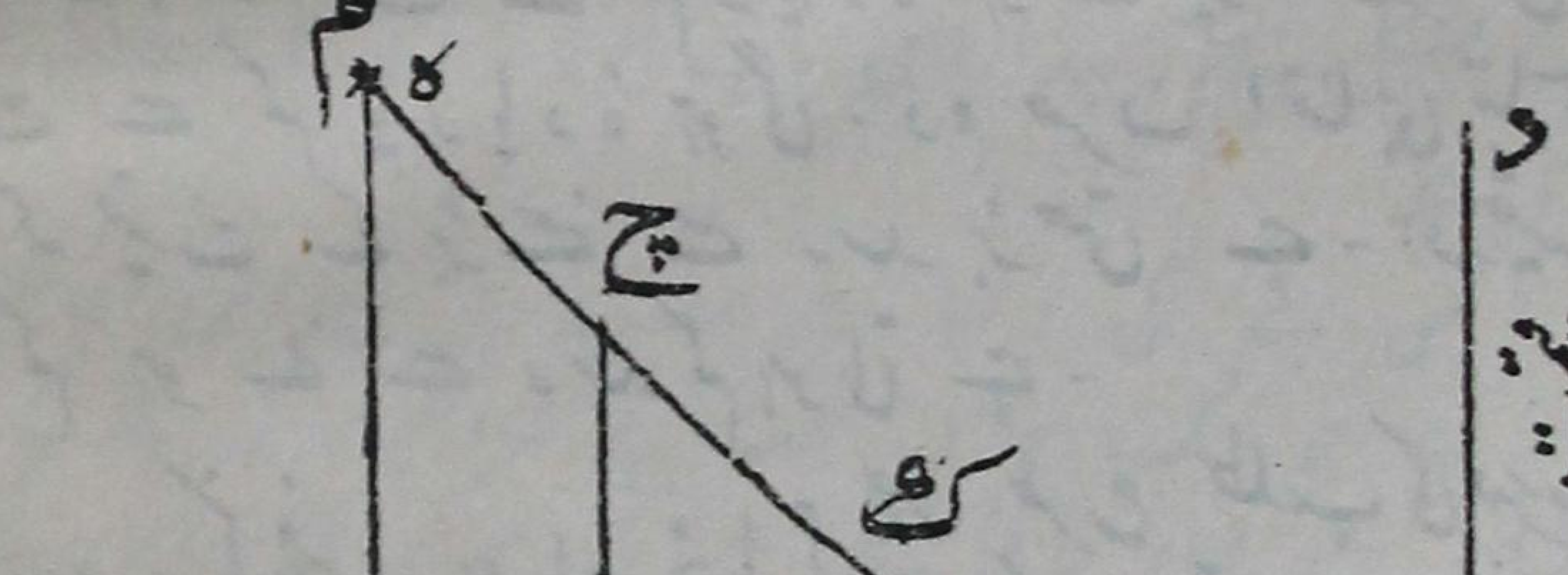
طلب کی طرح رسد کا بھی بغیر قیمت کے کوئی مطلب نہیں۔ کسی وقت میں ایک چیز کی کتنی رسد ہوگی۔ یہ قیمت پر منحصر ہے۔ مختلف قیمت پر چیز کی رسد مختلف ہوتی ہے۔ قیمت میں اضافہ ہونے سے رسد بڑھتی ہے اور قیمت کے کم ہونے سے رسد کم ہوتی ہے۔ یعنی قیمت اور رسد میں سیدھا تعلق ہے۔ یہ ایک ساتھ گھٹتے بڑھتے ہیں۔ اسی کو رسد کا اصول کہتے ہیں۔ رسد کا اصول یہ نہیں بتلاتا کہ قیمت کے کم زیادہ ہونے پر رسد کس نسبت سے کم یا زیادہ ہوگی۔ وہ صرف اتنا ہی بتاتا ہے کہ قیمت کے بڑھنے سے رسد بڑھتی ہے۔ اور قیمت کے کم ہونے سے رسد کم ہوتی ہے۔

رسد کی فہرست اور خط } جس طرح طلب کی فہرست تیار کی جاتی ہے اس طرح رسد کی بھی فہرست تیار کی جا سکتی ہے۔ اگر ایک فہرست تیار کی جاوے جس میں ایک طرف تو چیز کی مختلف قیمتیں دی ہوں اور دوسری طرف ان قیمتوں کے

سامنے اس چیز کی مختلف مقدار جو بکنے کے واسطے آتی ہوں دکھلائی جاویں تو اس فہرست کو رسد کی فہرست یا فہرستِ نام کہیں گے ۔ مثال کے طور پر چار کی فہرست نیچے دی جاتی ہے ۔

چار کی قیمت فی پونڈ	چار کی رسد
۶ چھ روپیہ	۱۰۰۰ پونڈ
۵ پانچ روپیہ	۸۰۰ پونڈ
۴ چار روپیہ	۶۰۰ پونڈ
۳ تین روپیہ	۴۰۰ پونڈ
۲ دو روپیہ	۱۰۰ پونڈ

مندرجہ فہرست کے ذریعہ رسد کا خط کھینچا جا سکتا ہے جس کی شکل نیچے دی گئی ہے ۔



رسد کی تعداد } "م م" خط رسد کا خط ہے جیسے جیسے قیمت بڑھتی جاتی ہے ویسے ویسے رسد کی مقدار بھی بڑھتی جاتی ہے۔ جب قیمت "ک کھ" ہے تب رسد کی تعداد "اکھ" کے برابر ہے جب قیمت "ک کھ" سے بڑھ کر "ح چھ" ہو جاتا ہے اس وقت رسد کی مقدار "اچھ" ہو جاتی ہے اس طرح قیمت کے بڑھ جانے سے رسد میں بڑھوتری ہوتی ہے عام طور پر رسد کے خط کا جھکاؤ اوپر کی طرف ہوتا ہے۔

رسد کی لچک } قیمت میں تبدیلی ہونے کے ساتھ ساتھ رسد میں بھی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے رسد میں اس طرح کی تبدیلی ہونے کی خصوصیات کی طاقت کو معاشیات میں رسد کی لچک کہتے ہیں۔ عام طور پر قیمت کے بڑھنے سے رسد بڑھ جاتی ہے اور قیمت کے کم ہونے سے رسد کم ہو جاتی ہے۔ جب قیمت میں تھوڑی سی تبدیلی ہونے سے رسد میں بہت زیادہ تبدیلی ہو جاتی ہے۔ تو رسد لچک دار مانی جاتی ہے اگر قیمت کی تبدیلی کا کسی چیز کی رسد پر کچھ بھی اثر نہیں پڑتا تو اس چیز کی رسد غیر لچک دار ہوتی ہے۔ سب اشیاء کی لچک برابر نہیں ہوتی اور نہ سب حالات میں کسی ایک چیز کی رسد کی لچک یکساں رہتی ہے۔ بعض اشیاء کی رسد کی لچک زیادہ ہوتی ہے۔ اور بعض کی کم ایسا کیوں ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں رسد کی لچک پر کئی

باتوں کا اثر پڑتا ہے ان میں سے خاص نیچے دیے جاتے ہیں۔

۱۔ کسی چیز کی رسد کی لچک پر اس بات کا خاص اثر پڑتا ہے کہ وہ چیز جلد فرد خت ہونے والی شے ہے یا مستقل۔ دودھ، پھل، مچھلی وغیرہ جلد خراب ہونے والی اشیاء کی رسد غیر لچکدار ہوتی ہے۔ کیونکہ انھیں جمع کر کے کافی وقت تک نہیں رکھا جا سکتا۔ اگر کسی وجہ سے ان اشیاء کی قیمت کم و بیش ہو جاتی ہے۔ تو بھی ان کی رسد میں کوئی تبدیلی نہیں لائی جا سکتی۔ جلد خراب ہونے والی اشیاء کی رسد اور اسٹاک میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا۔ لیکن پائیدار اشیاء کے ساتھ یہ بات لاگو نہیں ہے۔ ضرورت کے موافق ان اشیاء کی رسد کم و بیش کی جا سکتی ہے۔ قیمت کے بڑھنے پر رسد کی تعداد میں زیادتی ہوگی۔ اور قیمت میں کمی ہونے پر رسد کی تعداد کم ہو جائے گی۔ پس مستقل اشیاء کی رسد لچکدار ہوتی ہے۔ اور غیر مستقل اشیاء کی رسد غیر لچکدار۔

۲۔ چیز کے خرچ پیداوار کا اس کی رسد کی لچک پر بہت اثر پڑتا ہے۔ اگر کسی چیز کی پیداوار میں ہر مرحلہ لاگت خرچ پہلے کے مقابلہ میں بڑھتا جاتا ہے تو اس چیز کی رسد کم لچکدار ہوگی۔ اگر پیداوار کے ساتھ ساتھ ہر مرحلہ لاگت خرچ کم ہوتا جاتا ہے۔ تو رسد میں زیادہ

لچک ہوگی۔ فرض کرلو کسی چیز کی پیداوار میں سرحدی لاگت خرچ کم ہوتا جاتا ہے۔ اگر ایسی چیز کی قیمت تھوڑی سی گر جاوے پیداوار کرنے والے پیداوار کی مقدار بڑھا دیں گے کیونکہ ایسا کرنے سے پیداوار کرنے والوں کو بہت فائدہ ہوگا۔ مختصراً جب سرحدی لاگت خرچ تیزی سے بڑھتا ہے تب رسد میں لچک کم ہوگی جب سرحدی لاگت خرچ میں آہستہ بڑھوتری ہوتی ہے تب لچک زیادہ ہوگی اور جب سرحدی لاگت خرچ کم ہوتا جاتا ہے تو اس وقت رسد میں اور زیادہ لچک ہوگی۔

۳۔ پیداوار کے طریقہ سے بھی رسد کی لچک اثر پذیر ہوتی ہے اگر کسی چیز کی پیداوار کا طریقہ بہت الجھا ہوا ہے یا کسی پیداوار میں مخصوص ذرائع کا استعمال کیا جاتا ہے تو اس چیز کی رسد میں کم لچک ہوگی۔ وجہ یہ کہ ایسی حالت میں آسانی سے رسد میں قیمت کے مطابق تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔ دوسری طرف اگر پیداوار کا طریقہ سیدھا اور آسان ہے۔ جس میں مستقل پونجی کی بہت تھوڑی گنجائش ہوتی ہے تو قیمت کے کم و بیش ہونے پر رسد میں مرضی کے مطابق تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔ نتیجہ کے طور پر رسد لچکدار ہوگی۔

خرچۂ پیداوار۔ چیز کی پیداوار میں مختلف ذرائع

کی خدمات کی ضرورت پڑتی ہے۔ پیداوار کرنیوالے کو یہ خدمات مفت میں ہی نہیں مل جاتیں۔ اسے خدمات کے عوض میں کچھ قیمت ادا کرنا پڑتی ہے اس لئے ہر ایک چیز کی پیداوار میں کچھ نہ کچھ لاگت لگتی ہے۔ بعض اشیاء کی پیداوار میں بہت لاگت پڑتی ہے اور کچھ میں کم کسی چیز کے تیار کرنے میں جو کچھ خرچ ہوتا ہے اسے خرچہ پیداوار یا لاگت کہتے ہیں۔ خرچہ پیداوار کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ۱ حقیقی خرچہ پیداوار (Real Cost of Production) اور ۲ مالی خرچہ پیداوار (Money Cost of Production)

خرچہ پیداوار کا مطلب ان کوششوں اور قربانیوں سے ہے جو کسی چیز کی پیداوار کے کام میں ضروری ہوتی ہے فرض کرلو کسی چیز کی پیداوار میں ایک دن لگتا ہے اور کچھ پونجی کی ضرورت ہوتی ہے ایک دن میں جو کچھ محنت کرنی پڑتی ہے اور ضروری پونجی اکٹھا کرنے میں جو ہوجھ وہ آرام کی قربانی کرنی پڑتی ہے یہ سب حقیقی خرچہ پیداوار کے اندر ہے۔ جو نقدی مختلف پیداوار کے ذرائع کو ایک چیز کی پیداوار کرنے میں دیا جاتا ہے اسے مالی خرچہ پیداوار کہتے ہیں۔ بہ الفاظ دیگر جو کچھ کسی چیز کی پیداوار میں خرچ ہوتا ہے اگر اسے نقدی میں لکھا جاوے تو وہ مالی خرچہ پیداوار

کہلائے گا۔

خاص اور تکملے کی لاگت } خرچۂ پیداوار کے حصے کیئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ خاص لاگت (Prime Cost) اور تکملے کی لاگت (Supplementary Cost)

خاص لاگت کے مقصد لاگت کے ان حصوں سے ہے جو پیداوار کی مقدار کے ساتھ کم و بیش ہوتے رہتے ہیں۔ جیسے کچے مال کی قیمت سادہ مزدوروں کی مزدوری چلانے کی قوت کا خرچ وغیرہ جیسے جیسے پیداوار کی مقدار بڑھتی جاتی ہے ویسے ویسے خاص لاگت میں زیادتی ہوتی جاتی ہے پیداوار کی مقدار میں کمی ہونے سے خاص لاگت کم ہو جاتی ہے۔ اگر کچھ وقت کیواسطے پیداوار بند کر دی جاوے تو خاص لاگت کچھ بھی نہ ہو گی۔ اس کے برخلاف لاگت کے ان مستقل خرچوں کو جو پیداوار کی مقدار کے ساتھ گھٹتے بڑھتے نہیں تکملے کی لاگت کہتے ہیں۔ جیسے کارخانہ کا کرایہ مشینوں کا خرچہ منتظمان کی تنخواہیں وغیرہ۔ کارخانہ میں چاہے پورے وقت تک کام ہو یا تھوڑے وقت تک تکملے کی لاگت میں کوئی خاص فرق نہ پڑے گا۔ مثال کے لئے فرض کر لیجیے کہ کسی وجہ سے ایک ہفتہ کے واسطے کارخانہ بند ہے۔ اس وقت تک کارخانہ کے مالک کو

کچے مال و کارخانہ چلانے کی قوت وغیرہ پر کچھ بھی خرچ نہ کرنا پڑے گا۔ کیونکہ کام بند ہے۔ یہ الفاظ دیگر خاص لاگت کچھ بھی نہ ہو گی۔ لیکن مالک کو کارخانہ کا کرایہ یا ہوا ری تنخواہیں پانے والے مزدوروں و منتظموں کی تنخواہیں وغیرہ تو ہر حالت میں دینا ہی پڑیں گی۔ چاہے کام چالو ہے یا نہیں۔ یعنی تکمیلے کی لاگت میں کام کے بند ہو جانے کی وجہ سے کمی نہ ہو گی۔

خاص اور تکمیلے کی لاگت کے مجموعہ کو کل لاگت کہتے ہیں۔ عام طور پر ہر چیز کی قیمت کل لاگت کے برابر ہونی چاہیے۔ ورنہ اس چیز کی پیداوار بند ہو جائے گی۔ لیکن ممکن ہے کسی وقت طلب میں کمی ہونے کی وجہ سے قیمت کل لاگت سے کم ہو جائے ایسی حالت میں پیداوار کرنے والے کیا کریں گے۔ یہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ کہ تکمیلے کی لاگت مستقل ہوتی ہے۔ پیداوار کرنے والے کیا کریں گے۔ یہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ کہ تکمیلے کی لاگت مستقل ہوتی ہے پیداوار کی مقدار کو کم کر دینے سے تکمیلے کی لاگت میں کوئی خاص فرق نہیں ڈالا جا سکتا صرف خاص لاگت میں ہی تبدیلی ہو سکتی ہے۔ اس واسطے قیمت کم از کم اتنی ہونی چاہیے جس سے خاص لاگت کا خرچہ نکل سکے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پیداوار کرنے والے پیداوار کو زیادہ گھٹا کر خاص لاگت کو کم کرنے کی کوشش

کریں گے۔ یہ کوشش اس وقت تک چالو رہے گی جب تک قیمت خاص لاگت کے برابر نہیں ہو جاتی۔ لہذا خاص لاگت قیمت کی کم سے کم حد ہے۔ عام طور پر قیمت اس حد سے نیچے نہیں گرتی۔ کیونکہ اس حالت میں پیداوار کرنے والے اپنی اشیاء کو فروخت کرنے کے واسطے تیار نہ ہونگے۔

انتہائی اور اوسط لاگت } آخری اکائی کے خرچہ پیداوار کو انتہائی لاگت کہتے ہیں۔ فرض کرو جب کسی ایک چیز کی دس اکائیاں پیدا کی جاتی ہیں۔ تب کل لاگت دو سو روپیہ ہے اور جب گیارہ اکائیاں تیار کی جاتی ہیں تب کل لاگت دو سو ۳۱ روپیہ ہو جاتی ہے۔ اس مثال میں گیارہویں اکائی آخری اکائی ہے۔ اس کا خرچہ پیداوار اکتیس روپیہ ہے۔ اسے انتہائی لاگت کہیں گے۔ ہر ایک پیداوار کرنے والا پیداوار کو اس وقت تک بڑھاتا جاوے گا جب تک انتہائی لاگت قیمت سے کم ہے۔ جب انتہائی لاگت اور قیمت دونوں برابر ہو جاتے ہیں تب پیداوار بند کردی جاتی ہے۔ اگر پیداوار کرنے والا اور زیادہ پیداوار کرتا ہے تو انتہائی لاگت قیمت سے زیادہ ہو جاویگی اور اس سے اسے نقصان ہوگا۔ کل لاگت کو پیدا کی ہوئی اکائیوں کی تعداد سے تقسیم کرنے سے اوسط

لاگت کا پتہ چل جاتا ہے۔ مندرجہ بالا مثال میں جب دس اکائیاں پیدا کی جاتی ہیں تب اوسط لاگت بیس روپیہ ہے اور جب گیارہ اکائیوں کی پیداوار ہوتی ہے اس وقت اوسط لاگت اکیس روپیہ ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ انتہائی اور اوسط لاگت دونوں برابر ہوں۔ اوسط لاگت انتہائی لاگت کے برابر یا اس سے کم یا زیادہ ہو سکتی ہے۔

قیمت کے تقرر میں انتہائی لاگت کا خاص اثر ہے۔ عام طور سے قیمت میں انتہائی لاگت کے برابر ہونے کی عادت ہوتی ہے۔ جب کسی وجہ سے قیمت انتہائی لاگت سے کم یا زیادہ ہو جاتی ہے۔ تو مختلف معاشی طاقتیں کام کرنے لگ جاتی ہیں۔ جن کے اثر سے قیمت پھر انتہائی لاگت کے برابر ہو جاتی ہے۔

قیمت کا تقرر

باب ۲۷

بازار میں طرح طرح کی اشیار کی خرید و فروخت ہوتی ہے ان سب کی قیمت یکساں نہیں ہوتی بعض

اشیار کی قیمت اوروں سے زیادہ ہوتی ہے اور بعض کی کم۔ آج جو ایک چیز کی قیمت ہے وہ ہمیشہ اتنی ہی نہیں بنی رہتی اس میں عموماً کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اس کے متعلق کئی سوالات کا اٹھنا ممکن ہے جیسے کہ کسی چیز کی قیمت مقرر کی جاتی ہے۔ کیوں ایک چیز کی قیمت دوسروں کے مقابلہ میں کم یا زیادہ ہوتی ہے؟ کیوں قیمت میں اکثر تبدیلی ہوتی ہے؟ اس باب میں انھیں سوالات کا جواب دیا جاوے گا۔

اس سے پہلے کہ کسی چیز میں کوئی قیمت ہو۔ ضروری ہے کہ اس میں افادیت اور کمی دونوں خصوصیات موجود ہوں اگر ایک چیز میں افادیت نہیں ہے۔ یا وہ غیر محدود تعداد میں ہے تو قیمت دیکر اسے خریدنے کے واسطے کوئی بھی تیار نہ ہوگا۔ بہت سی اشیار ایسی ہیں جن میں افادیت کی کمی نہیں ہے۔ جیسے ہوا۔ سورج کی کرنیں وغیرہ۔ لیکن عام طور پر ان کی کوئی قیمت نہیں ہوتی کیونکہ ان میں کمی کی خوبی بھی ہونی ضروری ہے۔ قیمت کے واسطے یہ ضروری ہے کہ چیز بازار میں فروخت کرنے کے واسطے لائی جاوے اور لوگ اسے خریدنے کے واسطے تیار ہوں بازار میں بکری کے واسطے کوئی چیز تبھی لائی جاوے گی جبکہ اُسکی تعداد محدود ہے اور وہ تبھی خریدی جاسکتی ہے جب

کہ اس میں افادیت ہے۔ پس قیمت کے واسطے چیز میں افادیت اور کمی دونوں ہی ضرور ہونی چاہئیں اب ہم یہ غور کریں گے کہ کیسے قیمت مقرر کی جاتی ہے۔

چیز کی قیمت اس کی طلب اور رسد پر منحصر ہے۔ جس مرکز پر طلب اور رسد کی برابری ہوتی ہے وہیں پر قیمت کا تعین ہوتا ہے۔ یہ کس طرح ہوتا ہے کیسے طلب اور رسد کی برابری کے ذریعہ قیمت کا تعین ہوتا ہے۔ اس کو سمجھنے کے واسطے مختصراً طلب اور رسد کی کچھ باتوں کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

طلب (انتہائی افادیت) طلب کی تعریف طلب کا اصول اور طلب کی لچک وغیرہ باتوں کا مطالعہ پہلے کیا جا چکا ہے۔ یہاں پر صرف ایک بات کا ہی خیال کرنا کافی ہے۔ وہ یہ ہے کہ کیوں کسی چیز کی طلب ہوتی ہے خریدار اس کے عوض میں کیوں ایک خاص قیمت دینے کے واسطے تیار رہتا ہے۔ ان کا جواب آسانی سے دیا جا سکتا ہے کسی چیز کی طلب اس وجہ سے ہوتی ہے کیونکہ اس میں افادیت ہے اگر ضروریات کو پورا کرنے کی قوت اس چیز میں نہیں ہے تو کوئی بھی اس چیز کی طلب نہ کرے گا۔ اور نہ کچھ قیمت ادا کرنے کے واسطے ہی تیار ہوگا۔ جو کچھ قیمت ایک خریدار کسی

چیز کے بدلہ میں دینے کے لئے تیار رہتا ہے قیمت طلب (F (Demand Price) کہتے ہیں یہ ضرورت کی تیزی پر منحصر ہے۔ جتنی زیادہ ضرورت کو پورا کوئی چیز کرتی ہے۔ اتنی ہی زیادہ قیمت ایک شخص اس چیز کو دینے کے لئے تیار ہوگا۔ دوسرے لفظوں میں افادیت پر طلب کا انحصار ہے۔ یہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ جیسے ایک چیز زیادہ مقدار میں خریدی یا استعمال کی جاسکتی ہے ویسے اس کی انتہائی افادیت کم ہوتی جاتی ہے۔ اس وجہ سے آگے آنے والی اکائیوں کی قیمت طلب بھی کم ہوتی جائے گی۔ جو قیمت کوئی خریدار کسی چیز کے واسطے دینے کو تیار ہوتا ہے۔ وہ اس کی انتہائی افادیت کے برابر ہوتی ہے۔ اگر قیمت انتہائی افادیت سے زیادہ ہے تو وہ اس چیز کو نہ خریدے گا۔ ویسے تو وہ کم از کم قیمت پر خریدنا چاہے گا۔ لیکن زیادہ سے زیادہ قیمت جو وہ دینے کے واسطے ہوسکتا ہے وہ چیز کی انتہائی افادیت کے برابر ہوگا مختصراً طلب کی طرف سے انتہائی افادیت بازار کے بھاؤ کے لئے زیادہ سے حد ہے۔ قیمت اس حد سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف افادیت کے ذریعہ ہی قیمت کا تعین ہوتا ہے۔ ایک چیز کی افادیت مختلف اشخاص کے واسطے الگ الگ ہوتی ہے

اسواسطے اس کی قیمت ہر ایک کے واسطے الگ ہونی چاہیے لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ دوسرے اگر افادیت ہی پر قیمت کا انحصار ہے تو جن اشیار میں افادیت زیادہ ہے ان کی قیمت زیادہ ہونی چاہیے اور جن کی افادیت کم ہے ان کی قیمت کم ہونی چاہیے۔ غذائی اشیار پانی وغیرہ کی افادیت ہیرے وغیرہ سے کہیں زیادہ ہے پھر بھی ہیرے کی قیمت ان سب سے بہت زیادہ ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ افادیت کے علاوہ اور کسی قوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ قیمت کے تعین میں افادیت کا ہونا ہی کافی نہیں ہے۔

رسد (انتہائی لاگت) پچھلے باب میں رسد کے متعلق مضامین کا کافی مطالعہ کیا جاچکا ہے۔ وہاں ہم کہہ چکے ہیں کہ جب تک کسی چیز کی مقدار محدود نہیں ہے تب تک اس کی رسد کا کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا اگر کوئی شئے کافی مقدار میں موجود ہے تو فروخت کرنے کے لئے اسے بازار میں پہنچانے کی کون تکلیف اٹھانے لگا۔ پس بازار میں فروختگی کے واسطے انہیں اشیار کو لے جایا جاتا ہے جن کی مقدار محدود ہوتی ہے۔ ایسی اشیار کی پیداوار میں کچھ نہ کچھ لاگت ضرور لگتی ہے۔ اس لئے فروخت کنندہ ان اشیار کے لئے کچھ قیمت طلب کرتے ہیں۔ اگر قیمت لاگت خرچ سے کم ہے تو فروخت

کنندہ اس چیز کو فروخت نہ کریں گے۔ کم سے کم قیمت جو وہ کسی شئے کی ایک خاص اکائی کے واسطے منظور کرسکتے ہیں۔ وہ اس کی انتہائی لاگت کے برابر ہے۔ اگر قیمت انتہائی لاگت سے کم ہے۔ تو وہ اس اکائی کی پیداوار بند کردیں گے۔ یہ ممکن ہے کہ کسی دن قیمت مندرجہ خرچ سے کم ہو جاوے لیکن یہ ہمیشہ کے واسطے نہیں ہوسکتی۔ جس قیمت پر فروخت کنندہ ایک چیز کو فروخت کرنے کے واسطے تیار رہتے ہیں اسے قیمت رسد (Supply Price) کہہ سکتے ہیں۔ یہ خرچہ پیداوار پر منحصر رہتا ہے۔ قیمت کی یہ کم سے کم حد ہی عام طور پر قیمت اس حد کے نیچے نہیں جا سکتی۔ کیونکہ اس حالت میں فروخت کنندہ فروخت کرنے کے واسطے تیار نہ ہونگے۔

لیکن یہ خیال کرنا غلط ہوگا۔ کہ قیمت صرف پیداوار خرچ پر منحصر ہوتی ہے۔ چاہے جتنا زیادہ کسی اشیاء کا پیداوار خرچ ہو۔ پر جب تک اس میں افادیت نہ ہوگی تب تک اس کی کچھ بھی قیمت نہ ہوگی۔ کچھ اشیاء ایسی ہیں جن کی پیداوار خرچ کا ان کی قیمت پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔ جیسے مشہور پرانے آرٹسٹوں تصویریں۔ کئی سالوں کی تیار کی ہوئی۔ شراب وغیرہ۔ اس کے علاوہ قیمت میں اکثر

تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن پیداوار ختم ہو جانے پر لاگت خرچ میں فرق نہیں ہوتا۔ وہ اتنا ہی رہتا ہے۔ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے۔ کہ صرف خرچہ پیداوار سے ہی قیمت کے تعین کا مسئلہ حل نہیں کیا جا سکتا ہے۔

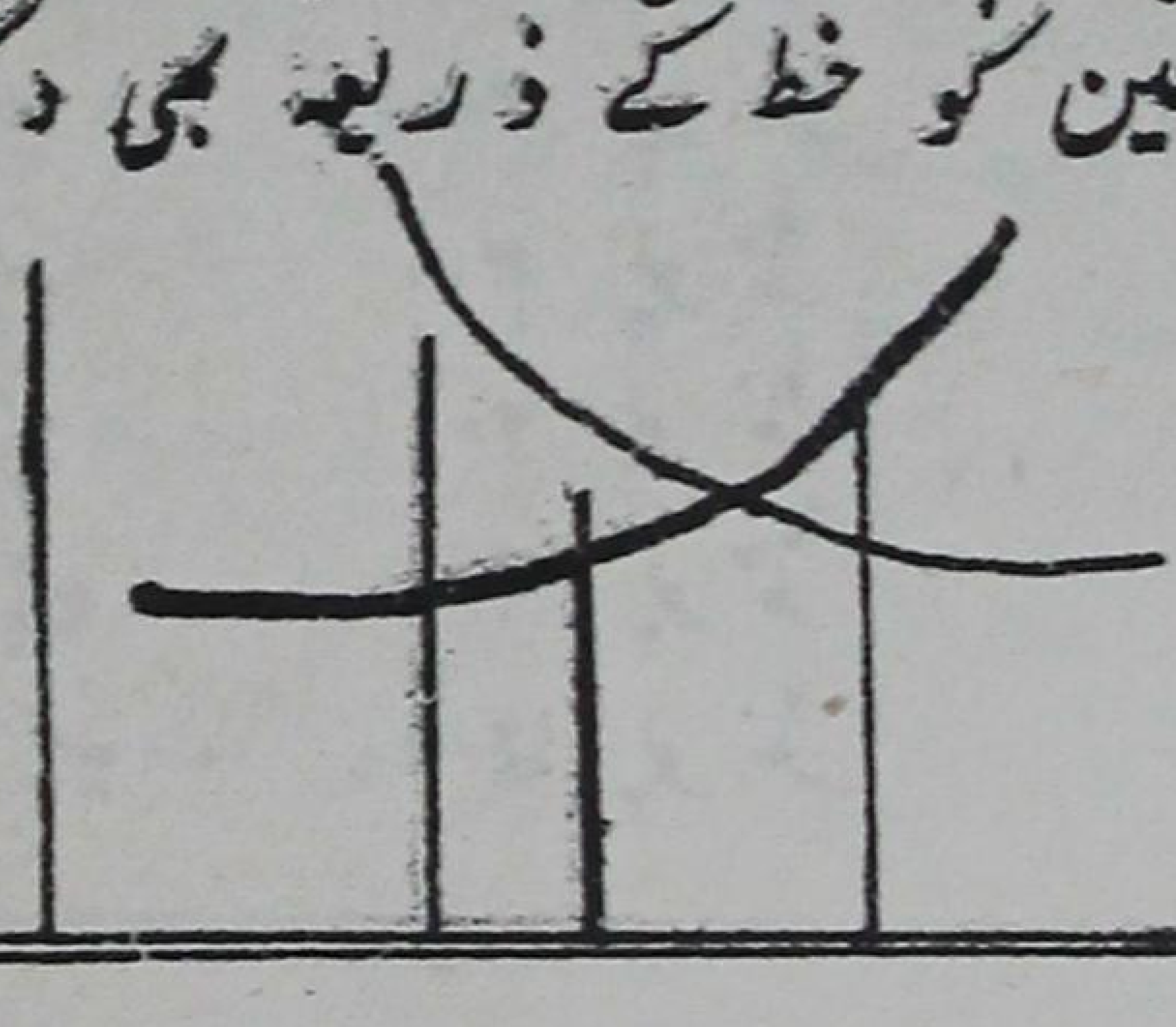
طلب اور رسد کی برابری - مندرجہ بالا باتوں سے یہ صاف ہے کہ طلب اور رسد دونوں کے میل سے قیمت کا تعین ہوتا ہے۔ پروفیسر مارشل نے قیمت کے تعین کی مثال کپڑے اور قینچی سے دی ہے کپڑا کاٹنے کے واسطے قینچی کے دونوں پھلوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک پھل کی مدد سے کپڑا نہیں کاٹا جا سکتا طلب اور رسد قینچی کے دونوں پھلوں کے برابر ہیں جس طرح کپڑا کاٹنے کے لئے دونوں پھلوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح قیمت کے تعین کے لئے طلب اور رسد دونوں ضروری ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ قینچی کے دونوں پھلوں کے عمل ہمیشہ یکساں نہیں ہوتے کبھی ایک سے زیادہ کام لیا جاتا ہے اور کبھی دوسرے سے زیادہ عام طور سے ایک عام آدمی دونوں پھلوں کو ساتھ چلاتا ہے عورتیں نیچے والے پھل کو چلاتی ہیں۔ اور درزی نیچے کے پھل کو میز پر جمع کر اوپر والے پھل کو چلاتے

ہیں۔ یہی بات طلب اور رسد کے ساتھ لاگو ہے۔ کبھی طلب کا اثر زیادہ ہوتا ہے اور کبھی رسد کا لیکن دونوں کا ہونا ضروری ہے۔

طلب قیمت کی انتہائی حد مقرر کرتی ہے اور رسد قیمت کی کم از کم انہیں دونوں حدود کے درمیان قیمت کا تعین ہوتا ہے۔ اگر طلب کا اثر زیادہ ہے تو قیمت کم از کم حد کے نزدیک ہوگی۔ آخر میں قیمت اس مقام پر مقرر ہوگی جہاں پر طلب اور رسد دونوں برابر ہیں۔ تبادلہ اسی شرح سے ہوتا ہے جس پر طلب اور رسد برابر ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر نیچے چارٹ کی طلب اور رسد کی فہرست دی جاتی ہے۔ جس کی مدد سے یہ اور صاف ہو جائیگا کہ کسطرح طلب اور رسد کی برابری کے مرکز پر قیمت کا تعین ہوتا ہے۔

قیمت فی پونڈ	طلب کی تعداد	رسد کی تعداد
۶ روپیہ	۱۰۰ پونڈ	۱۱۰۰ پونڈ
۵ روپیہ	۲۰۰ پونڈ	۱۰۰۰ پونڈ
۴ روپیہ	۴۰۰ پونڈ	۸۰۰ پونڈ
۳ روپیہ	۶۰۰ پونڈ	۶۰۰ پونڈ
۲ روپیہ	۹۰۰ پونڈ	۳۰۰ پونڈ
۱ روپیہ	۱۲۰۰ پونڈ	۵۰ پونڈ

فہرست سے صاف ظاہر ہے کہ تین روپیہ فی پونڈ کی شرح پر طلب اور رسد برابر ہیں پس چاء کی قیمت اسی مقام پر مقرر ہوگا۔ یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ قیمت کیوں تین روپیہ ہوگا۔ مثال کے واسطے فرض کرلو کہ چائے کی قیمت چار روپیہ ہے اس قیمت پر طلب کی تعداد صرف ۴۰۰ پونڈ ہے۔ لیکن رسد کی تعداد ۸۰۰ پونڈ ہے۔ خلاقت ہوگی جس کے نتیجہ سے قیمت گرنے لگے گی مان لو قیمت رسد طلب سے کہیں زیادہ ہے۔ اسی حالت میں فروخت کرنیوالوں میں آپس میں گرگر دو روپیہ ہوجاتی ہے۔ اس قیمت پر طلب کی تعداد رسد کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔ طلب زیادہ ہونے کی وجہ سے قیمت بڑھے گی اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ جب قیمت تین روپیہ سے زیادہ یا کم ہے تو کئی معاشی قوتیں کام کرنے لگتی ہیں۔ جس سے قیمت پھر تین روپیہ ہوجاتا ہے۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ اور کسی مقام پر طلب اور رسد کے بیچ برابری نہیں ہے۔ اس لئے قیمت تین روپیہ ہی ہوگی قیمت کے تعین کو خط کے ذریعہ بھی دکھایا جاسکتا ہے



بازار اور قدرتی قیمت

بازار کی قیمت (Market Price) سے مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کی کسی وقت پر کیا قیمت ہے۔ جس قیمت پر منڈی میں اشیار کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ اسے "بازار کی قیمت" کہتے ہیں۔

یہ طلب اور رسد کے روزانہ کی برابری کا نتیجہ ہے۔ جب کسی وجہ سے برابری ختم ہو کر ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہونچ جاتی ہے تو بازار کی قیمت بھی جو اس برابری پر منحصر ہوتی ہے۔ بدل جاتی ہے۔ طلب کافی غیر معین ہے اس میں ہمیشہ تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن رسد میں اتنی جلدی تبدیلی ہونا مشکل ہے اس وجہ سے طلب اور رسد کا مرکزی نقطہ ہمیشہ ایک مقام پر نہیں رہتا۔ وہ بدلتا رہتا ہے اس کے نتیجہ کے طور پر بازار کی قیمت میں بھی برابر اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے کسی چیز کی بازار کی قیمت آج کچھ ہے اور کل کچھ۔ یہاں تک کہ کبھی ایک ہی دن میں بازار کی قیمت دو تین بار چڑھتی گرتی ہے۔ اس کی خاص وجہ طلب کی حالت کے مطابق کمی زیادتی ہے۔ تھوڑے وقت (SHORTPERIOD) میں پیداوار کی مقدار طلب کی حالت کے مطابق کم زیادہ نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ بازار بھاؤ کے معین کرنے میں

طلب کا اثر رسد کے اثر کے مقابلہ میں زیادہ ہوتا ہے۔

بازار کی قیمت میں برابر تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔لیکن ایک مرکزی سطح کے چاروں طرف ہی۔ اگر کسی تالاب یا ندی میں پتھر پھینکا جائے تو کچھ دیر کے واسطے پانی میں ہلچل مچ جاتی ہے۔ پانی اپنی اصلی سطح سے ہٹ جاتا ہے لیکن ہمیشہ کے واسطے نہیں۔ ہلچل کا اثر جیوں ہی دور ہو جاتا ہے۔ پانی اپنی اصلی سطح پر آپہونچتا ہے۔ ٹھیک یہی حالت بازار کی قیمت کی ہے۔ طلب اور رسد میں کمی بیشی ہونے کی وجہ سے بازار کی قیمت اپنی اصلی سطح سے ہٹ جاتی ہے۔ کبھی اس سطح سے اوپر ہوجاتی ہے تو کبھی نیچے لیکن اور کسی مقام پر وہ مستقل طور سے نہیں رکتا۔ بار بار اپنی اصلی یا حقیقی سطح پر لوٹ آنے کی اس میں گنجائش ہوتی ہے۔ وہ قیمت جس کے چاروں طرف بازار کی قیمت چکر کاٹتی ہے اسے قدرتی یا حقیقی قیمت کہتے ہیں۔

قدرتی قیمت (Normal Price) لاگت کے برابر ہوتی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ تھوڑے عرصہ میں بازار کی قیمت لاگت سے کم ہو یا زیادہ۔ لیکن ایسی حالت ہمیشہ ہی نہیں رہ سکتی۔ مثال کے طور پر مان لو کہ کسی چیز کی بازار کی قیمت لاگت سے زیادہ ہے اس حالت میں پیداوار کرنے والے کو زیادہ فائدہ ہوگا۔ اس

کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دیگر لوگ بھی اس چیز کو تیار کرنے لگیں گے۔ نتیجہ کے طور پر آخر میں رسد بڑھ جائے گی بازار کی قیمت گر جائے گی۔ اسی طرح اگر بازار کی قیمت لاگت سے کم ہو تو نقصان ہونے کی وجہ سے کچھ پیداوار کرنے والے اس چیز کو تیار بند کر دیں گے اور کچھ پیداوار کی مقدار کم کر دیں گے جس سے رسد کم ہو جاوے گی۔ رسد کم ہو جانے کی وجہ سے قیمت بڑھ جاوے گی۔ پس لمبے عرصہ (Long Period) کے نقطہ نظر سے قیمت خرچہ پیداوار کے برابر ہوگا۔ قدرتی قیمت کو لمبے عرصہ والی قیمت بھی کہتے ہیں اس قیمت کے تعین کرنے میں خرچہ پیداوار کا اثر طلب کے اثر کے مقابلہ میں زیادہ ہوتا ہے

باب ۲۸

مقابلہ اور خود مختاری

قیمت کے تعین پر اس بات کا خاص اثر پڑتا ہے کہ منڈی میں مقابلہ کی حکمرانی ہے۔ یا خود مختاری کا

اس لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ مقابلہ اور خود مختاری کسے کہتے ہیں۔ اور دونوں کا اثر قیمت پر کس طرح پڑتا ہے۔ اس کے بغیر قیمت کے متعلق مضامین کو صحیح طریقہ سے سمجھنا مشکل ہے۔

مقابلہ (Competition)

مقابلہ کا مطلب اس حالت سے ہے۔ جہاں انسان بغیر کسی باہری روک ٹوک کے تجارت پیداوار صرف وغیرہ سبھی معاشی حلقوں میں اپنے مطالب کو پورا کرنے کے واسطے آزادانہ طور پر کام کر سکتا ہے۔ ہر ایک شخص کو اس بات کی پوری آزادی ہوتی ہے کہ وہ جس بھی انتظام یا کام کو فائدہ مند سمجھے بغیر کسی باہری روک ٹوک کے کر سکتا ہے۔ اگر الفاظ میں مقابلہ کی حالت میں معاشی حلقہ کے ہر حصہ میں آزادی کی پوری پوری چھاپ ہوتی ہے۔

مکمل مقابلہ (Perfect Competition) کے دو خاص نشان مانے جاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ پیداوار کے ذرائع کے ساتھ تبدیلی (Mobility) میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک طرح کی پیداوار کے ذرائع کی مزدوری یکساں ہوگی۔ کیونکہ اگر اس میں کوئی غیر مساوی پن ہے تو پیداوار کے

ذرائع کم مزدوری والے دھندوں کو چھوڑ کر ان دھندوں میں جانے لگیں گے جہاں مزدوری زیادہ ملتی ہے۔ یہ مقام کی تبدیلی اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ مختلف دھندوں میں ایک طرح کے ذرائع کی مزدوری برابر نہیں ہو جاتی۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ اس کا جواب دینا مشکل نہیں ہے۔ فرض کر لو ا اور ب دو دھندے ہیں۔ ا میں کام کرنے والے مزدوروں کی مزدوری ب دھندے کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے ایسی حالت میں اگر مکمل مقابلہ ہے تو ب کے مزدور وہاں کی مزدوری چھوڑ کر ا کی طرف آنے لگیں گے کیونکہ اس سے انہیں فائدہ ہوگا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ب میں مزدوروں کی کمی ہونے کی وجہ سے وہاں پر مزدوری بڑھنے لگے گی اور دوسری طرف ا دھندے میں مزدوروں کی تعداد بڑھ جانے کی وجہ سے مزدوری کم ہونے لگے گی اس طرح مزدوروں کی مزدوری ا اور ب دھندوں میں یکساں ہو جاوے گی جب تک اجرت میں برابری نہ آجائے تب تک تبدیلی کی حالت جاری رہے گی۔

مکمل مقابلہ کی دوسری خوبی یہ ہے کہ کسی شے کے بیچنے اور خریدنے والے زیادہ تعداد میں ہوں اگر ایسا ہے تو کسی ایک سے خریدنے یا بیچنے کی قیمت

پر کوئی خاص فرق نہ پڑے گا۔ تھوڑی دیر کے لئے مان لو کہ ایک چیز کے بیچنے والوں کی تعداد دس لاکھ ہے اور ہر ایک اس چیز کی ایک اکائی تیار کرتا ہے۔ تو منڈی میں اس چیز کی رسد دس لاکھ ہوگی ایسی حالت میں اگر کوئی پیداوار کرنے والا پہلے سے دوگنا مال تیار کرنے لگے یا مال بنانا بالکل بند کردے تو کل پیداوار میں کوئی خاص فرق نہ پڑے گا۔ اس لئے قیمت میں بھی کوئی تبدیلی نہ ہوسکے گی۔ اسی طرح اگر خریداروں کی تعداد زیادہ ہے تو کسی ایک کے کم یا زیادہ خریدنے سے قیمت میں تبدیلی نہ ہوگی۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مقابلہ کی حالت میں قیمت طلب اور رسد کے ذریعہ مقرر نہیں ہوتی۔ یہاں پر صرف یہی کہا گیا ہے۔ کہ بیچنے اور خریدنے والوں کی زیادہ تعداد ہونے کی وجہ سے ذاتی طور پر کوئی قیمت میں تبدیلی نہیں لا سکتا۔ ہاں اگر سبھی پیداوار کرنے والے کم یا زیادہ پیداوار کرنے لگ جاویں تو قیمت میں ضرور تبدیلی ہوگی۔

مندرجہ بالا بات سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ مقابلہ کی حالت میں کسی ایک خریدار یا فروخت کنندہ کی پالیسی یا عمل سے قیمت اثر پذیر نہیں ہوتی۔ منڈی میں جو قیمت کل طلب اور رسد کے انحصار پر مقرر

ہوتی ہے اس پر خریداری اور فروختگی ہونی چاہیے۔ کوئی کم و بیش خریدے یا بیچے ایسی حالت میں قیمت ایک ہی ہوگی۔ وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی بیچنے والا بازار بھاؤ سے زیادہ مانگتا ہے تو اس کے پاس کوئی بھی خریدار نہ جائے گا اور جب وہ یہ جانتا ہے کہ جتنا بھی چاہے وہ بازار بھاؤ پر فروخت کر سکتا ہے تو اس سے کم قیمت پر فروخت کرنا وہ بھلا کیوں چاہے گا۔ اس لئے تمام منڈی میں ایک وقت میں ایک ہی قیمت ہوگی۔

اب یہ سوال اٹھتا ہے کہ ایسی حالت میں پیداوار کرنے والا کسی چیز کی پیداوار کس حد تک کرے گا تو وہ بخوبی جانتا ہے کہ اس کی پیداوار کا اثر قیمت پر کچھ بھی نہ ہوگا چاہے وہ پہلے سے کم یا زیادہ پیداوار کرنے لگے اس چیز کی قیمت میں کوئی فرق نہ پڑے گا مثال کے واسطے فرض کرلو کہ چیز کی قیمت ایک روپیہ ہے جو کچھ مال پیداوار کرنے والا تیار کرتا ہے ہر اکائی کے بیچنے سے اسے ایک روپیہ ملتا ہے۔ اس حالت میں جب تک انتہائی لاگت ایک روپیہ سے کم ہے وہ اور زیادہ پیداوار کرتا جاوے گا کیونکہ ایسا کرنے سے اسے فائدہ ہوگا۔ ایک حد کے بعد پیداوار کی مقدار بڑھانے سے انتہائی لاگت

قیمت کے برابر پہونچ جائے گی۔ یہی اس کی پیداوار کی حد ہوگی اگر وہ اس سے زیادہ مال تیار کرتا ہے تو قیمت تو اتنی ہی رہے گی لیکن انتہائی لاگت میں زیادتی ہو جاوے گی اس وجہ سے ایسا کرنے سے اسے نقصان ہوگا۔ اس سے بچنے کے واسطے وہ پیداوار کی مقدار کم کردے گا۔ یہ کام وہ اس وقت تک کرتا جاوے گا جب تک کہ انتہائی لاگت قیمت کے برابر نہیں آجاتی جہاں پر دونوں برابر ہو جاویں گے وہیں پر اس کی پیداوار کی حد ہوگی اگر وہ اس حد سے کم پیداوار کرتا ہے تو پیداوار کی مقدار بڑھانے میں اس کے فائدہ میں زیادتی ہوگی۔ اگر وہ اس حد سے زیادہ پیداوار کرتا ہے تو پیداوار کی مقدار کم کرنے سے اسے کم نقصان ہوگا۔

اس سے یہ صاف ہے کہ پیداوار کرنے والا اتنا مال تیار کرے گا جتنے سے انتہائی لاگت قیمت کے برابر ہو۔

پس مقابلہ کی حالت میں قیمت کے متعلق دو باتیں قابل ذکر ہیں۔ ایک تو یہ کہ تمام منڈی میں قیمت ایک ہی ہوگی۔ اور دوسرے انتہائی لاگت اور قیمت دونوں برابر ہوتے ہیں۔

مقابلہ سے فوائد اور نقصانات

آزاد مقابلہ سے مختلف فوائد ہیں ۔ یہ فوائد صرف مقابلہ کرنے والوں ہی تک محدود نہیں ہیں بلکہ سماج کے دیگر لوگوں کو بھی اس سے فائدہ پہونچتا ہے ۔ صنعتوں کے انتخاب میں پوری آزادی ہونے سے ہر ایک شخص اس کام کو اپناتا ہے جس کے واسطے وہ مناسب ہوتا ہے کیونکہ ایسا نہ کرنے سے وہ مقابلہ میں ٹھہر نہ سکے گا انسانی قوت اور وقت کا پورا پورا استعمال ہوتا ہے ۔ اس سے مزدوری میں بہت ترقی ہوتی ہے ۔ جس کے فائدہ سے سبھی اچھی طرح واقف ہیں ۔ اس کے علاوہ مقابلہ کرنے والوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی برابر بحث ہوتی رہتی ہے ۔ اس کا نتیجہ حالقہ پیداوار پر بہت اچھا پڑتا ہے ۔ نئی نئی ایجادات ہوتی ہیں جس سے پیداوار زیادہ اور اچھے ڈھنگ کی ہونے لگتی ہے ۔ اشیا کی قیمتیں بھی کم ہونے لگتی ہیں اس سے ہر ایک خاص کر غریبوں کو بہت فائدہ پہونچتا ہے ۔

لیکن اگر حقیقت میں دیکھا جاوے تو مقابلہ کی بہت سی خوبیوں سے ہمیں ناامید ہی ہونا پڑتا ہے عموماً مقابلہ ایسی خطرناک صورت اختیار کر لیتا ہے جس

سے طرح طرح کی برائیاں پیدا ہونے لگتی ہیں۔ پیداوار بہت ہی غیر مستقل ہو جاتی ہے۔ پیداوار طلب سے کبھی بہت زیادہ ہو جاتی ہے اور کبھی بہت کم اس سے تجارت کو بہت دھکا لگتا ہے اور لوگوں کو ٹھیک طریقہ سے کام نہیں مل پاتا۔ اس کے علاوہ مقابلہ کرنے والے اکثر "گلا کاٹ" ذرائع کا استعمال کرنے لگتے ہیں جس کا نتیجہ پورے سماج کو بھگتنا پڑتا ہے۔ مستقل اور فائدہ مند اشیاء کے مقام پر نمائشی اور نقصان دہ اشیاء تیار کی جانے لگتی ہیں۔ آج شاید روزانہ ضروریات کی کوئی بھی ایسی شے نہیں ہے جو بغیر ملاوٹ کے ہو۔ اس کا لوگوں کی صحت اور چال چلن پر کتنا برا اثر پڑتا ہے یہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ پھر مقابلہ کرنے والوں کی بہت سی دولت اشتہارات اور مال کو مختلف مقامات پر بھیجنے میں خرچ ہو جاتی ہے۔ اس سے لاگت بڑھ جاتی ہے اور نتیجہ کے طور پر قیمت بھی۔

پس مقابلہ سے کوئی مستقل فائدہ دکھائی نہیں دیتا۔ اس سے نہ تو پیداوار ٹھیک طریقہ کی ہو پاتی ہے۔ اور نہ بیکاری کے مسئلہ سے ہی چھٹکارا ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سماجی ترقی اور فائدہ کیواسطے مقابلہ پر مناسب بندش لگانی ضرور ہو گئی ہے۔

موجودہ معاشی دنیا اسکیموں کی طرف تیزی سے قدم بڑھا رہی ہے جہاں مقابلہ کی کوئی اہمیت نہیں۔

ایک کا قبضہ (Monopoly)

ایک کا قبضہ مقابلہ کا بالکل الٹا ہے۔ تجارت میں مقابلہ کی غیر موجودگی کو ایک کا قبضہ کہا جاتا ہے۔ جب کسی شخص یا شخصوں کے قبضہ میں طلب یا رسد کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے جس کے ذریعہ قیمت آسانی سے مرضی کے مطابق کم و بیش کی جاسکتی ہے تو اس حالت کو "ایک کا قبضہ" کہتے ہیں دوسرے الفاظ میں ایک کا قبضہ دار وہ شخص ہے جو قیمت میں اتار چڑھاؤ لانے کی قوت رکھتا ہے۔ چاہے وہ پیداوار کرنے والا ہو یا خریدار۔

کبھی کبھی حکومت کی طرف سے خاص اشخاص کو کچھ اشیاء کے بنانے یا فروخت کرنے کا پورا حق مل جاتا ہے لیکن تجارتی نقطہ نظر سے اس قسم کے سرکار کے ذریعہ قائم "ایک کا قبضہ" کا کوئی اثر نہیں اثر تو ان ایک کے قبضوں کا ہے جو تجارتی ملن کے ذریعہ قائم ہوتے ہیں بڑی بڑی تجارتیں مقابلہ کے برے نتائج سے بچنے نیز تجارتی ملن کے مختلف

بحثوں سے فائدہ اٹھانے کے واسطے آپس میں مل "ایک کا قبضہ" کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ امریکہ وغیرہ ممالک میں اس طرح کی انجمنوں نے اتنا زور پکڑا ہے کہ ان کے روکنے کے واسطے خاص قوانین مرتب کرنے پڑے۔

"ایک کا قبضہ" سے فوائد و نقصانات

"ایک کا قبضہ" ہونے سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں یہ اوپر کہا جا چکا ہے کہ "گلا کاٹ" مقابلہ سے طرح طرح کی برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ "ایک کا قبضہ" اس طرح مقابلہ کو دور ہٹا کر سماج کو کئی اصولی اور معاشی تکالیف سے چھٹکارا دلاتا ہے۔ عموماً "ایک کے قبضہ والے" اپنے دھندے کو ایک مقابلہ کرنے والے کے مقابلہ میں زیادہ بڑے پیمانہ پر کرتا ہے۔ نتیجہ کے طور پر بڑے پیمانہ پر پیدا کرنے کے جتنے بھی فوائد ہیں اسے حاصل ہوتے ہیں۔ مقابلہ کی حالت میں حاقہ پیداوار میں بہت اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے اس سے طلب اور رسد کے درمیان کی برابری ختم ہو جاتی ہے۔ اور لوگوں کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

"ایک کے قبضہ" کے ذریعہ یہ بھی دور ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مقابلہ بازوں کو اپنے مال کے الگ الگ اشتہارات پر بہت خرچ کرنا پڑتا ہے ہر ایک اپنے سامان کو دور اور نزدیک سبھی منڈیوں میں بھیجنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس سے لاگت خرچ بہت بڑھ جاتا ہے۔ تلاش اور ایجاد کا بھی الگ الگ انتظام کیا جاتا ہے جو کوئی بھی نئی چیز ایجاد کر لیتا ہے تو اسے اپنے تک ہی محدود کر لیتا ہے۔ دوسروں کو معلوم نہیں ہونے دیتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو جاتا ہے۔ کہ ایک نئی چیز معلوم ہو جانے پر بھی اسی چیز کی تلاش میں دوبارہ سہ بارہ خرچ ہوتا رہتا ہے۔ اس طرح سماج کا بہت سا وقت قوت اور دولت اور رقم بیکار برباد ہو جاتی ہے۔ "ایک کا قبضہ" کی حالت میں یہ سب چیزیں دور ہو جاتی ہیں۔ مکمل قبضہ دار انجمن کی برانچوں کے درمیان منڈی کا مناسب بٹوارہ کر دیا جاتا ہے۔ ہر ایک شاخ اپنی مقررہ منڈی میں ہی مال بیچ سکتی ہے۔ دیگر منڈیوں میں نہیں۔ اس سے بہت بچت ہوتی ہے۔ اشتہار کو اس کا مناسب مقام دے دیا جاتا ہے۔ تلاش اور ایجاد کا کام ایک مرکزی مقام پر ہوتا ہے۔ اور ہر ایک شاخ میں عمدہ ذرائع کو استعمال میں لایا جاتا

ہے۔ ان سب وجوہات سے پیداوار میں بہت زیادتی ہوتی ہے۔ اور خرچہ پیداوار گھٹ جاتا ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ "ایک کا قبضہ" نقصانات سے بری ہے۔ اس سے جو نقصانات پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو بہت ہی خطرناک ہیں یہ ٹھیک ہے کہ "ایک کے قبضہ" کی حالت میں مال تیار کرنے اور اس کے فروخت کرنے میں کافی بچت ہوتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا "مکمل قبضہ دار" ان بچتوں سے فائدہ اٹھا کر چیز کی قیمت کم کر دیتا ہے عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ وہ قیمت کم نہیں کرتا۔ وہ چیزیں سستی تو ضرور تیار کرتا ہے لیکن لوگوں کو وہ چیزیں سستی نہیں فروخت کرتا۔ پیداوار اور فروختگی میں جو بچت ہوتی ہے اسے وہ اپنی ہی جیب میں رکھتا ہے۔ کبھی کبھی تو یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ مکمل قبضہ دار قیمت گر جانے کے خوف سے خود ہی اپنی تیار شدہ شے برباد کر دیتا ہے۔ برازیل میں قہوہ کے ساتھ خاص طور پر یہ بات دیکھنے میں آتی ہے اس کے علاوہ مکمل قبضہ دار اپنا قبضہ جمائے رکھنے کے واسطے طرح طرح سے غیر مناسب ذرائع کا استعمال کرتا ہے اگر کوئی اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے خیال سے سر اٹھاتا ہے تو اس کے کچلنے میں وہ

کوئی کسر نہیں چھوڑتا۔ مختلف مشکلات اس کے راستہ میں پیدا کرتا ہے۔ جس سے وہ پنپ نہ سکے۔ اس طرح مقابلہ کے خوف سے بری ہو کر وہ بڑے آرام سے اپنا کاروبار چلاتا ہے۔ آہستہ آہستہ اسکی قوت عمل گرنے لگتی ہے۔ اس کا اثر صرف اسی پر نہیں بلکہ پورے سماج پر پڑتا ہے۔

مکمل قبضہ کی قیمت اب سوال یہ ہے کہ ایک آدمی کے قبضہ کی حالت میں قیمت کا تعین کیسے کیا جائے گا؟ یہ تو سبھی کو معلوم ہے کہ مکمل قبضہ دار کی پیداوار کا مقصد زیادہ سے زیادہ منافع کمانا ہوتا ہے۔ یہی مقصد مقابلہ کرنے والوں کا بھی ہوتا ہے۔ لیکن جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ کہ مقابلہ کی حالت میں کوئی پیداوار کنندہ شخصی طور پر قیمت میں تبدیلی نہیں لا سکتا۔ اور نہ قیمت لاگت سے زیادہ ہی ہو سکتی ہے۔ مکمل قبضہ دار کے واسطے یہ ممکن ہے کہ وہ پیداوار کی مقدار میں تبدیلی لا کر قیمت کو کم و بیش کر سکتا ہے۔ اس کے واسطے یہ ممکن ہے کہ لاگت سے زیادہ قیمت مقرر کر کے خاص فائدہ اٹھا سکے۔ اس طرح کے فائدہ کو مکمل قبضہ کی قیمت کہتے ہیں مقابلہ کرنے والوں کو یہ نصیب نہیں ہو سکتا۔

کمل قبضہ دار کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پانے کے واسطے یہ سمجھا یا جا سکتا ہے۔ کہ وہ زیادہ سے زیادہ قیمت پر زیادہ سے زیادہ مال فروخت کرے۔ لیکن یہ اس کی طاقت کے باہر ہے۔ اس کے لئے یہ ممکن نہیں کہ بکری کی مقدار مقرر کرنے کے ساتھ وہ یہ بھی طے کرلے کہ کس قیمت پر بیچنا چاہتا ہے وہ دونوں کام اور ایک ساتھ نہیں کر سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسد پر اس کا قبضہ تو ضرور ہے لیکن طلب پر اس کا کوئی حق نہیں۔ کسی خاص قیمت پر وہ کتنا مال فروخت کر سکے گا۔ اس کا انحصار طلب کی حالت پر ہے۔ اس لئے وہ دونوں میں سے صرف ایک ہی بات کر سکتا ہے۔ چاہے تو وہ قیمت مقرر کرے یا رسد کی تعداد جو وہ فروخت کرنا چاہتا ہے۔

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کمل قبضہ دار قیمت کے تعین کے متعلق اتنا آزاد نہیں ہے۔ جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ اسے بھی طلب اور رسد کے متعلق باتوں پر پورا پورا دھیان رکھنا پڑتا ہی کہ اس کی چیز کی طلب کتنی لچک دار ہے۔ اگر طلب میں زیادہ لچک ہے تو قیمت کم رکھنے سے اسے فائدہ ہوگا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے طلب بہت بڑھ جائیگی

اگر طلب غیر لچک دار ہے تو قیمت زیادہ رکھی جا سکتی ہی کیونکہ عارف طلب میں کمی نہیں کر سکتے۔ طلب کی لچک کے ساتھ ساتھ رسد کے متعلق باتوں پر بھی اسے دھیان رکھنا پڑتا ہے۔ اگر چیز کی قیمت متواتر زیادتی۔ اصول کے مطابق چل رہی ہے۔ تو پیداوار کی زیادتی سے ساتھ ساتھ انتہائی لاگت میں کمی ہو گی۔ ایسی حالت میں قیمت کم رکھنے سے بکری بڑھے گی اور مکمل قبضہ دار کو فائدہ ہو گا۔ لیکن اگر پیداوار کمی کی طرف جا رہی ہے۔ تو پیداوار کم کرنے سے فی اکائی خرچ میں کمی ہو گی۔ ایسی حالت میں اگر طلب غیر لچک دار ہے تو اونچی قیمت رکھنے میں اسے فائدہ ہو گا۔

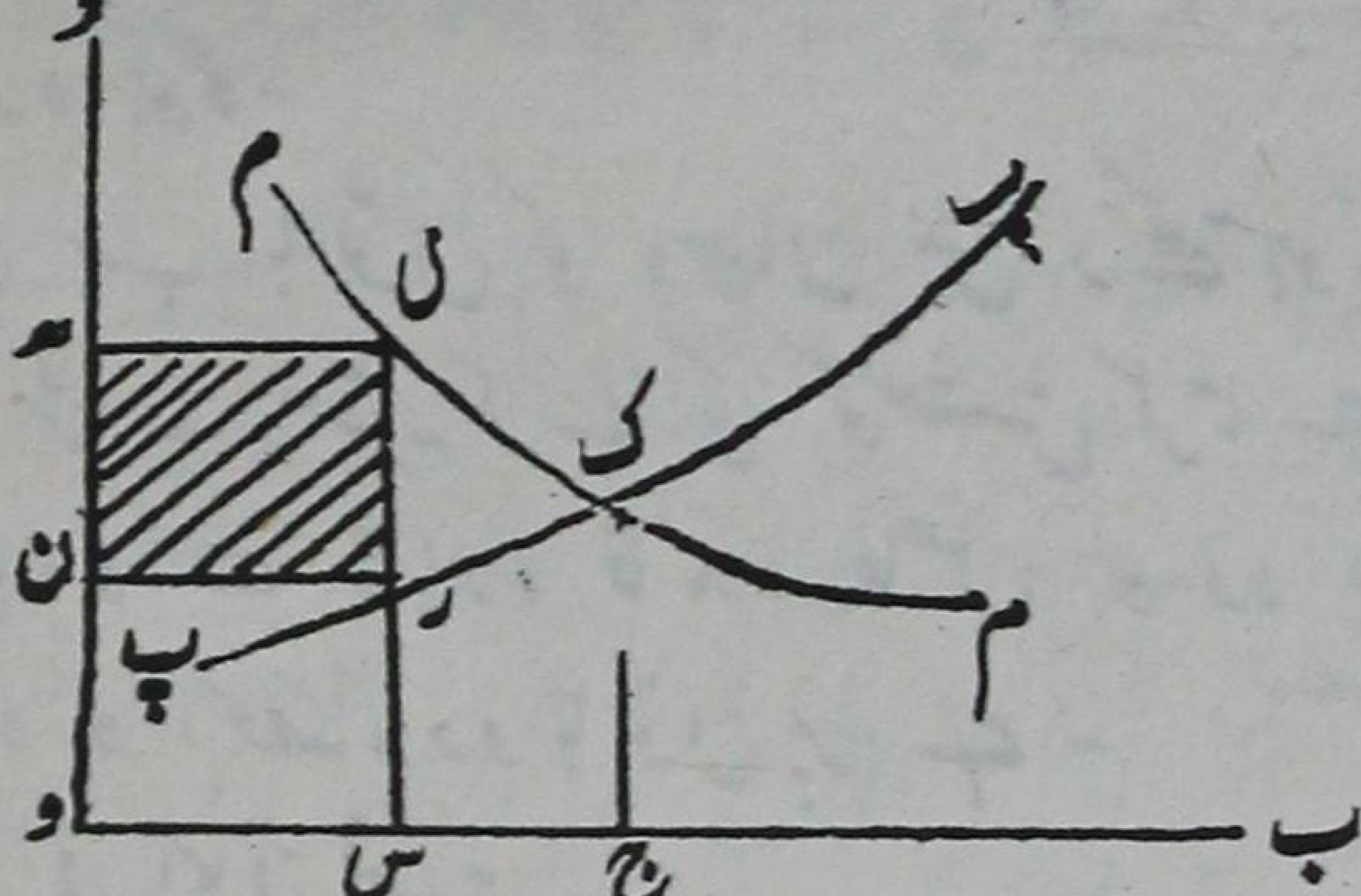
ان سب باتوں کو دھیان میں رکھتے ہوئے مکمل قبضہ دار قیمت مقرر کرنے کی کوشش کرتا ہے جس سے اسے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو وہ یہ جانتا ہی کہ فائدہ کا انحصار دو باتوں پر ہے۔

عا فی اکائی قیمت۔

عا۲ بکری کی تعداد۔

دونوں میں سے اگر ایک زیادہ ہے تو یہ ضروری نہیں کہ کل فائدہ بھی زیادہ ہو۔ اگر وہ قیمت زیادہ

رکھتا ہے۔ تو طلب کم ہو جانے کی وجہ سے بکری کم ہو گی۔ نتیجہ کے طور پر کل منافع زیادہ سے زیادہ نہ ہو گا۔ پس مکمل قبضہ دار کو بہت اونچی قیمت رکھنے سے اور نہ بہت زیادہ بیچنے سے ہی انتہائی فائدہ نہ ہوگا اسے قیمت اور فروختگی کے درمیان ایک ایسا مقام تلاش کرنا پڑے گا کہ جہاں زیادہ سے زیادہ منافع مل سکے نیچے دیئے ہوئے نقشہ کے ذریعہ یہ آسانی سے دکھایا جاسکتا ہے کہ مکمل قبضہ دار کہاں پر قیمت مقرر کرے گا۔



اوپر کے نقشہ میں طلب اور رسد کے خطوط ایک دوسرے کو کتنے مقامات پر کاٹتے ہیں۔ مقابلہ

کی حالت میں قیمت ک ج کے برابر ہوتا کیونکہ اس قیمت پر طلب اور رسد برابر ہیں۔ مکمل قبضہ دار مخصوص فائدہ اٹھانے کے خیال سے اس سے زیادہ قیمت رکھے گا۔ فرض کرلو وہ ل میں قیمت مقرر کرتا ہے جو کہ ج قیمت سے زیادہ ہے۔ اس قیمت پر وہ ا س تعداد فروخت کر سکے گا۔ کیونکہ صارف اتنا ہی خرید نے کو تیار ہے۔ ا س تعداد کا کل خرچہ پیداوار ا س مان مستطیل کے برابر ہے اس تعداد کے فروخت کرنے سے اسے کل قیمت ا س ل ہ مستطیل کے برابر ملتی ہے۔ ان دونوں کی تفریق سے مکمل قبضہ داری منافع معلوم ہوسکتا ہے۔ اس نقشہ میں رنگیں مستطیل مکمل قبضہ داری منافع کو ظاہر کرتا ہے۔ اس طرح ک ح کے اوپر کئی مستطیل بن سکتے ہیں۔ ان میں سے ایک کا رقبہ سب سے زیادہ ہوگا۔ اسی مقام پر مکمل قبضہ دار اپنی چیز کی قیمت مقرر کرے گا۔

مکمل قبضہ دار کے واسطے یہ ضروری نہیں کہ اپنی چیز کو ایک ہی قیمت پر فروخت کرے اس کے لئے مختلف مقامات پر مختلف قیمتیں لینا ممکن ہے

عموماً مکمل قبضہ دار ایسا ہی کرتے ہیں کیونکہ اس سے منافع بڑھ جاتا ہے۔ طلب کی حالت کے مطابق وہ منڈی کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ اور الگ الگ قیمتوں پر اشیار کو فروخت کرتے ہیں اس لئے یہ ضروری ہے کہ جو طلب جس منڈی کے لئے مناسب ہو اس کی رسد خواہش کو دوسری منڈیوں سے ذریعہ پورا نہ کیا جا سکے ورنہ مکمل قبضہ دار کا زیادہ منافع حاصل کرنے کا مقصد پورا نہ ہو سکے گا۔ مثال کے واسطے فرض کرلو کہ ایک منڈی میں وہ اپنی چیز کو سستے دام پر فروخت کرتا ہے۔ اگر وہ چیز بغیر کسی خاص پریشانی کے دوسرے مقامات پر لے جائی جا سکتی ہے تو سبھی خریدار اس چیز کو دیگر مہنگی منڈیوں سے نہ خرید کر اسی منڈی سے خریدیں گے۔ نتیجہ کے طور پر مکمل قبضہ دار اپنی کوششوں میں ناکام رہے گا اسی طرح اگر وہ اچھے یا بُرے پہناوے کی وجہ سے مختلف قیمتیں لگائے تو بھی ناکام رہے گا۔ کیونکہ اس حالت میں مالدار لوگ خود نہ خرید کر اپنے ملازمین کے ذریعہ خریداری کرنے لگ جاویں گے۔

مختلف قیمتیں لگانا ان مکمل قبضہ داروں کے واسطے بہت آسان ہے جو خدمات کے ذریعہ سیدھے طور پر دوسروں کی خواہشات کو پورا کرتے ہیں جیسے ڈاکٹر، وکیل وغیرہ۔

اکثر بڑے ڈاکٹر غریبوں سے کم فیس لیتے ہیں اور رئیسوں سے زیادہ ایسا کرنے میں وہ غریبوں کی صرف بھلائی ہی نہیں کرتے بلکہ اپنی آمدنی کو بھی بڑھاتے ہیں۔ اگر وہ سبھی سے یکساں فیس لیں تو بہت سے مریض غریب ہونے کی وجہ سے ان کے پاس نہ آسکیں گے۔ اس لئے وہ مختلف درجوں والے مختلف اشخاص کے واسطے مختلف فیس رکھتے ہیں یہاں پر یہ ممکن نہیں کہ امیر آدمی غریب کے بھیس میں یا نوکروں کو بھیج کر اپنی دوا کرسکیں۔

مندرجہ بالا باتوں سے مکمل قبضہ اور مقابلہ کی حالت میں قیمت اور لاگت دونوں برابر ہوئے لیکن مکمل قبضہ داری کی حالت میں خرچہ پیداوار قیمت کی کم از کم حد ہی مقرر کرتا ہے۔ مکمل قبضہ دار کو مسابقہ کا خطرہ نہیں رہتا اس لئے وہ طلب کی لچک جبان میں رکھتے ہوئے خرچہ پیداوار

سے زیادہ قیمت رکھتا ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے۔ کہ مکمل قبضہ دار مختلف مقامات پر مختلف قیمت لے سکتا ہے لیکن مقابلہ کی حالت میں ایسا کرنا ممکن نہیں ہے ان باتوں کے ہوتے ہوئے بھی یہ خیال کرنا غلطی ہو گی کہ مکمل قبضہ اور مقابلہ کی قیمت کے تعین میں کوئی اصولی اختلاف ہے۔ قیمت طلب اور رسد کے اصول کے ذریعہ سے ہی مقرر ہوتا ہے چاہے مکمل قبضہ داری کا سسٹم ہو یا مقابلہ کا۔

ایک بات اور ہے وہ یہ کہ مکمل قبضہ دار قیمت میں تبدیلی تو ضرور لاسکتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی یہ طاقت غیر محدود ہے اسے کئی باتوں کا ڈر رہتا ہے۔ اگر وہ بہت اونچی قیمت رکھتا ہے تو ممکن ہے حکومت کی طرف سے مداخلت ہونے لگے یا مقابلہ پھر سے آموجود ہو۔ اسے اس بات کا بھی خوف رہتا ہے کہ کہیں عوام کی رائے اس کے خلاف نہ ہو جائے یا لوگ اس شے کے مقام پر دوسری اشیاء کا استعمال کرنے لگیں۔

باب ۲۹

سکّہ

سکّہ کی تعریف آج سبھی ملکوں میں سکّہ کا رواج عام ہے - تبادلہ کا کل کام سکّہ کے ذریعہ سے ہی ہوتا ہے - اس لئے سکّہ کے متعلق مضامین کا مطالعہ کرنا ضروری ہے سب سے پہلے سکّہ کی تعریف کو ہی لے لیا جاوے سکّہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے دیگر اشیاء کی خرید فروخت ہوتی ہے - بہ الفاظ دیگر جو چیز تبادلہ کا ذریعہ ہوتی ہے اسے سکہ کہتے ہیں - تبادلہ کے ذریعہ کے واسطے یہ ضروری ہے کہ سماج کا ہرایک شخص اسے بلاحیل وحجت قرض دینے یا اشیاء کے تبادلہ میں منظور کرنے کے واسطے ہمیشہ تیار ہو - چیک - ہنڈی وغیرہ کچھ حد تک تبادلہ کے ذریعہ کا کام کرتے ہیں - لیکن انھیں سکہ نہیں کہہ سکتے - کیونکہ لوگ ہنڈی وغیرہ کو بغیر جان

پہچان والے اشخاص سے لینے میں ہچکتے ہیں۔ رزرو بنک کے نوٹ اور روپیوں کو کسی بھی شخص سے بلا حیل وحجت لینے کو تیار رہتے ہیں اس لئے انہیں سکہ مانا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا بات سے یہ صاف ہے کہ سکہ کسی خاص چیز کو نہیں کہتے سکہ کے واسطے ضروری نہیں کہ وہ سونے یا چاندی کا بنا ہو۔ اگر ہم تاریخ کے اوراق پر نظر ڈالیں تو یہ معلوم ہوگا کہ مختلف اوقات اور مختلف مقامات میں مختلف اشیاء سکہ کے طور پر استعمال کی جا چکی ہیں۔ جیسے کوڑی جانور جار اناج وغیرہ۔ آج سونے چاندی کے سکہ اور کاغذ کے نوٹ سکہ کی صورت میں رائج ہیں۔ ہو سکتا ہے مستقبل میں یہ کام کسی اور چیز یا چیزوں کو سونپ دیا جاوے۔ پس سکہ کسی بھی چیز کا ہو سکتا ہے ضرورت تو صرف اس بات کی ہے کہ وہ تبادلہ کا ذریعہ ہو۔ اور لوگ اسے بلا کسی شرط یا ہچک کے اپنی اشیاء یا خدمات کے عوض میں منظور کریں یہاں پر یہ پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ بلا حیل و حجت منظور ہونے کے واسطے کیا یہ ضروری ہے کہ سکہ

میں خود قیمت یا افادیت ہو۔ پہلے تو یہ ضروری تھا لیکن اب ایسی بات نہیں رہی۔ لوگ اتنے آگے بڑھ گئے ہیں اور سکہ کے کام سے اتنے واقف ہو گئے ہیں کہ انھیں اس بات کی پرواہ نہیں کہ سکہ کس چیز کا بنا ہے۔ یا اس میں حقیقی قیمت ہے یا نہیں۔ مثال کے واسطے کاغذ کے نوٹوں کو ہی لے لو۔ ان میں کوئی حقیقی قیمت نہیں پھر بھی لوگ انھیں منظور کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ دیگر اشخاص بھی انھیں لینے کے واسطے تیار رہیں گے۔ سکہ تو تبادلہ کا ذریعہ محض ہے اس کا یہ کام نہیں کہ انسان کی ضروریات کو سیدھے طور پر پورا کرے۔ یہ تو ایک ٹکٹ کے برابر ہے جس سے ذریعہ خواہش کی اشیاء خریدی جاسکتی ہیں۔ اس واسطے سکہ کا کام کرنے کے واسطے یہ ضروری نہیں کہ اس میں حقیقی افادیت بھی ہو۔

سکہ کا کام

سکہ سے بہت سے منافع بخش کام ہوتے ہیں جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ذریعہ تبادلہ } سکہ کا یہ سب سے خاص کام ہے۔ اس کے ذریعہ اشیاء کی ادل بدل کا کام آسانی سے ہونے لگا ہے۔ اشیاء کے سیدھے طور سے تبادلہ کرنے میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سکہ کے اس کام سے ان تمام مشکلات سے چھٹکارا مل گیا ہے۔

۲۔ قیمت کا پیمانہ } ذریعۂ تبادلہ کے علاوہ سکہ اشیاء کی قیمت کا پیمانہ ہوتا ہے۔ جس طرح ہم کپڑے کو گز سے ناپتے ہیں اس سے قیمتوں کا مقابلہ بھی ٹھیک طریقہ سے کیا جاسکتا ہے۔ جس سے تبادلہ کے دائرہ میں بہت آسانی ہوتی ہے۔

۳۔ قیمت کا خزانہ } سکہ قیمت کا خزانہ ہے۔ اس واسطے زر جمع کرنے کا کام سکہ کے ذریعہ بہت آسانی سے ہو سکتا ہے ضرورت پڑنے پر سکہ سے کسی بھی چیز کو خریدا جاسکتا ہے۔ دیگر اشیاء کی طلب غیر مستقل ہوتی ہے ہو سکتا ہے مستقبل میں کسی چیز کی طلب بالکل بھی نہ رہے لیکن سکہ کے واسطے یہ بات لاگو نہیں

ہے اس کی طلب برابر قائم رہتی ہے اسکی قیمت میں
دیگر اشیاء کے مقابلہ میں کم اتار چڑھاؤ ہوتا ہی
اس واسطے سکہ قوت خرید یا دولت جمع کرنے
کا ایک اچھا ذریعہ ہے۔

۴۷ ادائیگی قرض کی مقدار } سکہ ادائیگی قرض کی مقدار بھی ہوتی ہے
لین دین کا کام زیادہ تر سکہ کے ذریعہ ہی کیا
جاتا ہے۔ اگر سکہ کی جگہ پر اشیاء بطور قرض
لے لی جاویں۔ تو قرض ادا کرتے وقت ٹھیک
اسی قسم کی اشیاء اور سود دینے میں بہت پریشانی
ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اشیاء کی قیمت میں
بہت تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ جس سے قرض خواہ
اور قرض خواہ اور قرض دار کو نقصان اٹھانا
پڑتا ہے۔ سکہ سے یہ سب مشکلات کافی حد
تک دور ہو جاتی ہیں۔ اس واسطے سکہ کے ذریعہ
ہی لین دین کا کام کیا جاتا ہے۔ لین دین کا کام
موجودہ تجارت میں کتنی خصوصیت رکھتا ہے۔
یہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اچھے سکہ کے اوصاف مندرجہ بالا کاموں کو بخوبی کرنے کے لئے جو چیز سکہ کے واسطے چنی جاوے۔ اس میں مندرجہ ذیل اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) وہ چیز ایسی ہونی چاہئے جسے سبھی بلا حیل وحجت منظور کرنے کے واسطے تیار ہوں۔

(۲) اس میں خوبیٔ استقلالی بھی ہونی ضروری ہے۔ جلد خراب ہونے یا گھسنے والی اشیار سکہ کا کام مناسب طور پر انجام نہیں دے سکتیں۔

(۳) تیسرے اس میں یہ خوبی ہونی چاہئے کہ اسے ایک مقام سے دوسرے مقام پر آسانی سے اور کم خرچ سے لایا لیجایا جاسکے۔ اس کے واسطے یہ ضروری ہے کہ چیز کا وزن قیمت کے مقابلہ میں بہت کم ہو۔

(۴) اس کے چھوٹے اور بڑے حصے نہو سکتے ہوں اور تقسیم کرتے وقت اس کی قیمت میں کمی نہ ہو۔ جانوروں کو کئی حصوں میں بانٹ دینے سے ان کی قیمت بہت کم ہوجاتی ہے۔ یہی حالت قیمتی پتھروں کی ہے اس سے انہیں سکہ کا کام

نہیں سونپا جاسکتا۔

عہ چیز ایسی چیز کی بنی ہونی چاہیئے جس کے پہچاننے میں لوگوں کو مشکل نہ ہو۔

عہ سکہ کے طور پر استعمال کی جانے والی چیز میں یہ بھی خوبی ہونی چاہیئے کہ وہ اپنی اصلی حالت میں ایک جیسا صاف ہو۔ جس سے اگر ٹکڑے کیئے جائیں تو ہر ٹکڑوں کی خوبی ایک جیسی ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو ہر ٹکڑوں کا الگ الگ امتحان کرنا پڑے گا۔ جس سے تبادلہ کے کام میں بڑی پریشانی ہوگی۔

عہ چیز اس قسم کی ہونی چاہیئے جس پر آسانی سے ضروری نشان وغیرہ چھاپی جاسکیں۔

عہ اس کے علاوہ چیز کی قیمت جہاں تک ہوسکے مقرر رہنی چاہیئے نہیں تو وہ سکہ کا کام ٹھیک طور سے نہیں کرسکے گی۔ سکہ قیمت کا پیمانہ ہے اور ادائیگی قرض کی مقدار ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ سکہ کی قیمت میں بہت کم اتار چڑھاؤ ہے۔

قریب قریب سبھی مندرجہ بالا خوبیاں سونے

اور چاندی میں پائی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے ممالک میں سکہ کا کام ان سے لیا جاتا ہے لیکن آہستہ آہستہ سونے کا چلن ہٹتا جا رہا ہے۔ اس کی جگہ پر صنعتی دھاتوں اور کاغذی سکہ کا چلن بڑھ رہا ہے۔

دھات کا سکہ

سکوں کی صورت میں آجکل دھاتوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ سکہ زیادہ تر گول صورت کے ہوتے ہیں۔ ان کے دونوں طرف سرکاری نشان اور مہر بنے ہوتے ہیں۔ جن سے ان کی صفائی اور قیمت کی جانکاری ہوتی ہے۔ لیکن پہلے پہل جب دھات کے سکوں کا چلن شروع ہوا تھا تو اس کی یہ صورت نہ تھی اس وقت دھاتیں۔ خاص طور پر سونا چاندی۔ چھڑ یا اینٹوں کی صورت میں سکوں کا کام کرتی تھیں۔ اس سے تجارت میں بڑی مشکل آتی تھی۔ کیونکہ مختلف وزن اور قیمت ہونے کی وجہ سے ہر بار ان کی جانچ اور تول کرنی پڑتی تھی کچھ دنوں بعد بڑے بڑے تاجر جن کی منڈی میں

کافی ساکھ ہوتی تھی۔ اپنی مہریں ان پر چھاپنے لگے جن سے ان کے وزن اور قیمت کا پتہ چلتا تھا۔ اس سے تبادل کے حلقہ میں کچھ پریشانی تو ضرور دور ہوئی لیکن دھات کے ٹکڑوں کو گھسنے۔ کھرچنے وغیرہ بے ایمانی کی رسم جاری رہی اس طرح کی ٹھگی سے اکثر تاجروں کو بہت نقصان ہوتا تھا۔ ان سب برائیوں کو دور کرنے کے لئے آہستہ آہستہ سبھی ملکوں میں سکّہ ڈھلائی کا کام ہونے لگا۔ آج کل صرف سرکاری ٹکسالوں میں ہی سکّے ڈھالے جاتے ہیں۔ یہ کام اب بہت سائنٹفک طریقہ سے کیا جاتا ہے۔ سکوں کے کنارے کٹے اور کچھ اٹھے ہوئے ہیں۔ جس سے دو طرح کے فائدہ ہیں۔ ایک تو اگر کوئی کناروں کو کاٹے یا کھرچے تو جلد ہی پتہ چلتا ہے اور دوسرے سکہ کافی دن تک چلتے رہتے ہیں۔ اور بہت کم گھستے ہیں۔ سکوں کے دونوں طرف پیچیدہ تصویریں ہی رہتی ہیں جس سے ان کی نقل نہ کی جا سکے۔ لیکن اتنی ترقی ہونے پر بھی نہیں کہا جا سکتا کہ جعلی سکہ سازی کا کام بند ہو گیا ہے۔ اب بھی لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں۔

عوام کو اگر یہ اختیارات حاصل ہوں کہ وہ اپنی دھات لیجاکر سرکاری ٹکسال میں سکہ بنوا سکیں تو اس کو آزاد سکہ سازی کہتے ہیں اس سے یہ مطلب نہیں کہ سرکار یہ کام مفت کرتی ہے جب سرکار سکہ سازی کا خرچہ عوام سے نہیں لیتی تو اسے بلافیس سکہ سازی کہتے ہیں۔ لیکن آزاد سکہ سازی کے واسطے یہ ضروری نہیں کہ سرکار یہ کام مفت کرے۔ جب سکہ سازی کا کام صرف سرکاری کھاتوں پر ہی ہوتا ہے اور لوگ سکہ بنوانے کے واسطے اپنی دھاتوں کو سرکاری ٹکسالوں میں نہیں لے جا سکتے ہیں تو اسے محدود سکہ سازی کہتے ہیں۔

ہندوستان میں ۱۸۹۳ء تک روپیہ کی آزاد سکہ سازی تھی۔

کاغذی سکہ

کاغذی سکہ کا چلن کافی پہلے سے چلا آرہا ہے لیکن آج کل اس کا چلن بہت بڑھ گیا ہے۔ آج ہر دیس میں کاغذی سکہ جاری ہے۔ یہاں تک

کہ آج اس کا چلن تہذیب کی نشانی سمجھا جانے لگا ہے
عام طور پر کاغذی سکہ کو ڈھالنے کا کام مرکزی
بنک کا ہوتا ہے۔ سنہ ۱۹۳۵ء سے ہندوستان میں کاغذی
سکہ کا پورا کنٹرول ریزرو بنک کا ہے جو یہاں کا
سرکاری بنک ہے۔ اس سے پہلے سرکار کی طرف
سے کاغذی نوٹ چھاپے جاتے تھے۔

کاغذی سکہ کی تین خاص صورتیں ہیں۔

۱۔ **قائم مقام کاغذی سکہ:** اس رسم کے مطابق موجودہ نوٹوں کی
قیمت کے برابر خزانہ میں سونا یا سنہری سکہ رکھا
جاتا ہے۔ جتنے بھی نوٹ چھاپے جاتے ہیں ان پر
لکھی قیمت کے برابر سونا چاندی خزانہ میں جمع کر دیا
جاتا ہے۔

۲۔ **قابل تبدیلی کاغذی سکہ:** اس سے مطلب اس کاغذی سکہ
سے ہے۔ جس کے بدلے میں طلب کرنے پر دھات
کا سکہ مل سکتا ہے۔ نوٹ والوں کو یہ حق حاصل
ہوتا ہے کہ جب کبھی چاہیں وہ نوٹوں کو دھات کے
سکّہ میں تبدیل کرا سکتے ہیں۔ لیکن اس کے واسطے
یہ ضروری نہیں کہ جتنے بھی نوٹ چھاپے گئے ہیں۔ ان
پر لکھی قیمت کے مطابق دھات کا سکہ رکھا جائے

کیونکہ سبھی لوگ اپنے نوٹوں کو دھات کے سکہ میں تبدیل کرانے کے واسطے ایک ساتھ نہ لائیں گے۔ اس لئے نوٹوں کے تبدیل کرانے کی طلب بغیر سو فیصدی دھات کا سکہ خزانہ میں رکھنے پر بھی آسانی سے پوری کی جاسکتی ہے۔

ع۔ **ناقابل تبدیل کاغذی سکہ** } اس کے بدلہ میں دھات نہیں مل سکتی۔ ایسے نوٹ زیادہ تر جنگ کے زمانہ میں یا اقتصادی مصیبت پڑنے پر چلائے جاتے ہیں۔

کاغذی سکہ سے نفع اور نقصان

نوٹ بہت ہلکے ہوتے ہیں اور کسی بھی قیمت کے بنائے جاسکتے ہیں۔ اس لئے ان کے گننے اور رکھنے میں بہت آسانی ہوتی ہے۔ ان کو آسانی سے اور کم خرچ میں ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجا جاسکتا ہے۔ اس کے بنانے میں بہت تھوڑا خرچہ آتا ہے۔ اس طرح سے مزدوری اور دولت کی بچت ہوتی ہے اسے دیگر ضروری اور فائدہ مند مقامات پر کام میں لایا جاسکتا ہے۔ نوٹوں کے چلن سے سونے اور چاندی

کی ضرورت میں بہت کمی ہوتی ہے۔ سکّوں کو برابر استعمال کرنے سے جو دھات بیکار خراب ہو جاتی ہے وہ نوٹوں کے چلن سے بچ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ کاغذی سکّہ میں قوت لچک ہوتی ہے۔ طلب کے مطابق نوٹ کی تعداد آسانی سے کم و بیش کی جاسکتی ہے اس لیئے دھاتوں کے سکّہ کے مقابلہ میں اس کی قیمت میں کافی قائمی ہوسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کاغذی سکّہ کا رواج زور شور سے بڑھتا جارہا ہے۔

کاغذی سکّہ کا مناسب طور سے انتظام نہ ہونے پر بہت برائیاں ہونے لگتی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ خاص زیادہ پھیلاؤ کا خطرہ ہے۔ نوٹوں کے چھاپنے میں کم خرچہ آنے کی وجہ سے برابر یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں ان کی تعداد بہت زیادہ نہ ہو جاوے۔ جب کاغذی سکّہ بہت زیادہ تعداد میں چھاپ دیا جاتا ہے تو یہ ناقابل تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس کی قیمت تیزی سے گرنے لگتی ہے۔ تجارت میں ہل چل مچنے لگتی ہے۔ چیزوں کی قیمتیں اونچی ہو جاتی ہیں۔ جس سے مزدور طبقہ۔ صارف اور مقترر

آمدنی والے اشخاص کو بہت سی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سکہ بازی کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔

نتیجہ کے طور پر آخر میں سبھی کو نقصان پہنچتا ہے۔ کاغذی سکہ کے چلن کا دائرہ بھی بہت محدود ہوتا ہے۔ غیر ممالک کے واسطے اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی اور نہ اس کا دوسرا استعمال ہی ہو سکتا ہے۔ اگر سکہ کی قیمت اس سے چھین لی جاوے تو یہ بالکل بیکار ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں ٹکاؤپن کی خوبی بھی نہیں ہے۔

قانوناً منظوری سکہ (LEGALTENDE)

جب سکہ کو منظور کرنے کے واسطے لوگ قانوناً مجبور ہوتے ہیں اسے قانوناً منظوری کہتے ہیں۔

قانوناً منظوری سکہ یا تو غیر محدود ہو سکتی ہے اور یا محدود۔ اگر عوام قرضہ کے بھگتان میں سکہ کو سرکاری حکم کے مطابق کسی بھی تعداد میں لینے کو مجبور ہے۔ تو اسے غیر محدود قانوناً منظوری سکہ کہیں گے۔ لیکن اگر سکہ

کا منظور کرنا صرف ایک مقررہ تعداد تک ہی قانوناً مجبوری ہے تو وہ محدود قانوناً منظوری سکہ کہلائے گی۔ ہندوستان میں روپیہ اٹھنی نوٹ غیر محدود قانونی سکہ ہیں۔ لوگ ان کے ذریعہ اپنا قرضہ ادا کر سکتے ہیں۔ چونی۔ دونی۔ اکنی وغیرہ صرف دس روپیہ تک ہی قانونی سکہ مانے جاتے ہیں اگر ان سکوں کو تعداد سے اوپر کسی کو دیا جائے تو وہ لینے سے انکار کر سکتا ہے۔

معیاری اور اشاری سکہ } ہر ملک میں سکہ کی ایک معیاری اکائی (Standard Unit) ہوتی ہے جیسے انگلینڈ میں پونڈ امریکہ میں ڈالر ہندوستان میں روپیہ۔ جرمنی میں مارک۔ یہ قیمت کا پیمانہ مانا جاتا ہے۔ سب اشیا کی قیمت اس میں تحریر کی جاتی ہے۔ ملک کا جتنا بھی تجارتی کاروبار ہوتا ہے وہ سب اسی کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ اسی کو معاشیات میں معیاری سکہ کہتے ہیں۔ سکہ کی اور جتنی صورت ہوتی ہیں۔ وہ صرف اسی کے مختلف حصے ہوتے ہیں۔ اور اسی کے ذریعہ ہی ان کی قیمت مقرر ہوتی ہے۔ ان کی خود کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر روپیہ ہندوستان

کا معیاری سکہ ہے۔ دیگر سب سکے اس کے چھوٹے بڑے حصے ہیں۔ اکنی روپیہ کا سولہواں حصہ ہے۔ اس لئے اس کی قیمت $\frac{1}{16}$ روپیہ ہے۔ ان سب کو اشاری سکہ کہتے ہیں۔ ان کی تحریری قیمت حقیقی قیمت سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ اس وجہ سے ان کے بنانے کا حق صرف سرکار کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ زیادہ تر اشاری سکے محدود تعداد میں ہی قانوناً منظوری ہوتی ہے۔

گرلیشیم کا اصول

مختصراً سکہ کے متعلق گرلیشم کے اصول کی اس طرح تشریح کی جاسکتی ہے۔ پرانا اور ناقص سکہ اچھے اور نئے سکہ کو چلن سے باہر نکال دیتا ہے۔ سر ٹامس گرلیشم انگلینڈ کی مہارانی الیزبتھ کے صلاح کار تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ہی اس اصول کو نکالا تھا۔ لیکن یہ غلط ہے۔ گرلیشم سے پہلے کئی عالموں نے اس اصول کو لکھا تھا۔ خصوصاً سکولنس اور سمے جو فرانس کے چارلس پنجم بادشاہ کے وزیر تھے۔ اس اصول کے مطابق اگر کسی ملک میں ایک ہی قیمت کے دو قسم کے سکے ایک خراب اور دوسرا اچھا ساتھ ساتھ چلن میں ہوں تو خراب

سکے آہستہ آہستہ بڑھیا سکوں کو چلن سے باہر
نکال دیں گے۔ اگر گھسے ہوئے سکے کو دینے میں
کوئی رکاوٹ نہیں ہے تو لوگ اچھے سکہ اپنے
پاس رکھیں گے اور پرانے سکے کو سکہ کے طور
پر استعمال کریں گے۔ جس کسی کو سکہ جمع کرنے
کی عادت ہوگی وہ نئے اور بھاری سکوں کو
ہی جمع کرے گا۔ اس طرح اگر کسی کو سکہ گلا
کر دھات کی ضرورت ہوگی تو وہ بھی بھاری
اور نئے سکوں کو ہی گلاوے گا۔ کیونکہ اس پرانے
سکوں کے مقابلہ میں زیادہ دھات ہوتی ہے
تیسرے بھاری سکے ودیشی بیوپار میں کام آکر
چلن سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے
کہ دوسرے ملک کے تاجر سکہ کو اس کی تحریری
قیمت پر نہیں بلکہ اس کی دھات کی قیمت کے
مطابق لیتے ہیں۔ اچھے اور پرانے سکہ کی تحریری
قیمت تو ایک ہی ہوتی ہے۔ لیکن اس کے حقیقی
یا دھات کی قیمت میں فرق ہوتا ہے۔ اگر بدیشی
تاجروں کا بھگتان اچھے سکوں میں کیا جاوے۔ تو
بھاری ہونے کی وجہ سے کچھ کم سکوں میں ہی
کام چل جاوے گا۔ اس لئے لوگ پرانے سکوں
کو دیسی تجارت اور چلن کے واسطے رکھ چھوڑتے

ہیں۔ نئے سکوں کو ود لیشوں کے بیوپار میں استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح اچھے اور نئے سکے جمع کرنے۔ گلانے اور ودلیشوں کے مال کا بھگتان کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ چلن میں صرف پرانے سکے ہی نظر آتے ہیں۔ مندرجہ بالا اصول دو حالتوں میں لاگو نہیں ہوتا۔

ایک تو اس وقت جب سکہ کی کل رسد طلب سے کم ہے۔ اور دوسرے جب لوگ پرانے سکوں کو منظور کرنے کے واسطے تیار نہیں ہوتے

سکہ کی قیمت

کسی شے کی قیمت کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس کے عوض میں دیگر اتنی ہی اشیاء خریدی جا سکتی ہیں۔ ٹھیک یہی مطلب سکہ کی قیمت کا ہے۔ اس کا مطلب سکہ کی قیمت خرید (Purchasing Power) سے ہے جو کہ دیگر اشیائے سکہ کے عوض میں حاصل ہو سکتی ہیں وہی سکہ کی قیمت کہلائے گی۔ اس سلسلہ میں تھوڑی سی پریشانی محسوس کرنی پڑتی ہے۔ عام طور پر ہم اشیاء کی قیمت سکہ میں ناپتے ہیں۔ لیکن سکہ کی قیمت کیسے ناپی جائے ایسی کوئی ایک چیز نہیں ہے جس کے ذریعہ سکہ کی قیمت ناپی جا سکے۔ ہاں! ایک راستہ ضرور ہے جو

کچھ سکہ کے عوض میں حاصل ہوتا ہے۔ اسی سے سکہ کی قیمت نانپی جاسکتی ہے۔ اگر آج سکہ کی ایک اکائی سے زیادہ اشیاء خریدی جاسکتی ہیں۔ تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ سکہ کی قیمت بڑھ گئی ہے اسی طرح اگر آج اتنی ہی سکہ سے پہلے کے مقابلہ میں کم اشیاء ملتی ہیں تو ہم کہیں گے کہ سکہ کی قیمت گر گئی ہے۔ اس سے یہ صاف ہے کہ سکہ کی قیمت اشیاء کی قیمت پر منحصر ہے۔ اگر اشیاء کا بھاؤ گر جاتا ہے تو سکہ زیادہ تعداد میں اشیاء کو خرید سکے گا۔ اس وجہ سے اس کی قیمت میں زیادتی ہوگی دوسری دیگر اشیاء کی قیمت بڑھ جانے سے سکہ کی قیمت خرید کم ہو جاوے گی اور اس وجہ سے اس کی قیمت بھی۔

چونکہ سکہ تبادلہ کا ذریعہ اور قیمت کا پیمانہ ہوتا ہے اس لئے اس کی قیمت میں تبدیلی ہونے سے بہت سے اہم معاشی اور سماجی نتائج ہوتے ہیں مختلف طبقہ والے اشخاص پر مختلف اثر پڑتا ہے۔ یہی نہیں ایک ہی شخص پر مختلف صورتوں میں مختلف اثر پڑتا ہے۔ عام طور پر سکہ کی قیمت میں اتار چڑھاؤ کا نتیجہ برا ہوتا ہے۔ اس سے معاشی حلقہ میں غیر مستقل خرابی آجاتی ہے۔ یقیناً

اٹھنے لگتا ہے۔ جس سے تجارت اور صنعت کو بہت دھکا لگتا ہے۔ کچھ کی امیدیں یاس میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ کچھ بغیر بولے کاٹنے لگ جاتے ہیں ان وجوہات سے معاشی ترقی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ مختلف سماجی گتھیاں پیدا ہونے لگتی ہیں جن کے شکنجہ سے سماج کو باہر نکالنا دشوار ہو جاتا ہے۔ یہاں پر ہم خاص نتائج کا ذکر کرینگے

فرض کر لو سکہ کی قیمت گر رہی ہے ایسی حالت میں مقروض کو فائدہ ہوتا ہے۔ اور قرض دہندہ کو نقصان۔ اگرچہ مقروض قرض کا پورا پورا بھگتان کر دیتا ہے۔ پھر بھی جو کچھ وہ لوٹاتا ہے اس کی حقیقی قیمت پہلے کے مقابلہ میں بہت کم ہوتی ہے کیونکہ سکہ کی قیمت خرید گر رہی ہے اس سے قرض دہندہ کو نقصان پہنچتا ہے۔ جو کہ اسے ملتا ہے اس سے وہ اتنا نہیں خرید سکتا جتنا قرض دیتے وقت خرید سکتا تھا۔

تاجروں اور صنعت والوں کو فائدہ پہنچتا ہے ان کے فوائد میں بہت ترقی ہوتی ہے۔ کیونکہ خرچہ پیداوار نہ تو اتنی تیزی سے اور نہ اس جلد بڑھتا ہے۔ جتنا کہ اشیار کی قیمتیں اونچی ہو جاتی ہیں۔ موجودہ تاجر زیادہ تر قرض لی ہوئی پونجی

سے کام کرتے ہیں۔ اور چونکہ مقروض کو ایسی
حالت میں فائدہ ہوتا ہے۔ اس لیے انہیں اور
زیادہ فائدہ پہنچتا ہے۔ مقرر آمدنی والے اشخاص
اور حصہ داروں کو خاص نقصان ہوتا ہے۔ اشیاء
کی قیمت بڑھ جانے سے رہائش کے اخراجات
بڑھ جاتے ہیں۔ اس وجہ سے انہیں زندگی کی
روزانہ ضروریات کو پورا کرنے میں بڑی دقت
ہوتی ہے۔ آرام اور عیش کی اشیاء کا صرف تو
کچھ وقت تک بند کیا جا سکتا ہے۔ لیکن زندگی کی
مزدوری اشیاء کے ساتھ ایسا کرنا ناممکن ہے مزدوروں کو بھی ایسی حالت میں
نقصان ہوتا ہے کیونکہ قیمت کی نسبت میں انکی مزدوری کم بڑھتی ہے ہاں یہ بات ضروری ہے کہ ایسی
حالت میں نوکری آسانی سے ملنے لگ جاتی ہے
اس کا سماجی زندگی پر اور بھی برا اثر پڑتا
ہے۔ سماج میں ایک قسم کی بے اطمینانی اور
تناتنی چھا جاتی ہے۔ مزدوری اور پونجی کے
تنازعہ خطرناک صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ہڑتالوں
کی وجہ سے سماج کا گلا گھٹنے لگتا ہے۔ ایسی حالت
میں ہر قسم کی ترقی کے دروازے بند ہو
جاتے ہیں۔

جب دولت کی قیمت میں ترقی ہوتی ہے
تو اس کا اثر مندرجہ بالا نتائج کا بالکل الٹا

ہوتا ہے۔

سکہ کی اہمیت } موجودہ دور میں سکہ کو عظیم اہمیت حاصل ہے۔ موجودہ معاشی اور سماجی نظام کا پورا ڈھانچہ اسی پر منحصر ہے۔ سکہ آج ہماری زندگی کا اتنا ضروری حصہ بن گیا ہے۔ کہ بغیر اس کے کوئی بھی کام ٹھیک طور پر چل نہیں سکتا۔ سماجی زندگی کے تقریباً تمام حلقوں میں سکہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سکہ کے ذریعہ انسان کو ترقی کے راستہ پر آگے بڑھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔ اس کی غیر موجودگی میں مہذب زندگی کی بہت سی اچھائیوں سے ہمیں ہاتھ دھونا پڑے گا۔

حلقہ صرف میں سکہ سے بڑی آسانی ہوتی ہے۔ اس کی مدد سے صارف اپنے کام کو آسانی سے اور سائنٹفک طریقہ سے کرسکتا ہے۔ جب چیزوں کی جب اور جتنی مقدار میں ضرورت ہوتی ہے صارف مرضی کے مطابق خرید سکتا ہے۔ سکہ کے ذریعہ اس کے واسطے یہ ممکن ہے۔ کہ اپنی آمدنی کو اصول تقلیل افادیت کے مطابق خرچ کرکے زیادہ سے زیادہ افادیت حاصل کی

جا سکے۔

دولت پیدا کرنے میں بھی سکہ سے بڑی مدد ملتی ہے۔ اس سے تبادلہ کا عمل درست ہو جاتا ہے۔ اور مزدوری میں ترقی ہوتی ہے اس کے نتیجہ کے طور پر پیداوار میں ترقی ہوتی ہے۔ سکہ کے ذریعہ پونجی اکٹھا کرنے میں بہت آسانی ہوتی ہے۔ پونجی کی حرکت بڑھ جاتی ہے۔ موجودہ طریقہ پیداوار میں پونجی کو جو اہمیت حاصل ہے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ پہلے بتلایا جا چکا ہے۔ پیداوار کا انتظام مناسب طریقہ سے کیا جا سکتا ہے۔ اور پیداوار کا نتیجہ ضرورت کے مطابق بڑھایا جا سکتا ہے۔

سکہ سے ایک اور بھی فائدہ ہے۔ اس سے لوگوں کی طلب کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور اس کے مطابق یہ طے کیا جا سکتا ہے۔ کہ کون سی اشیاء کتنی مقدار میں پیدا کی جاویں۔ اس طرح طلب اور رسد کے درمیان مناسب برابری قائم کی جا سکتی ہیں۔

مختصراً سکہ ہماری معاشی اور سیاسی آزادی کے واسطے نہایت ضروری ہے۔ اسے معاشی ترقی کا نشان مانا گیا ہے۔

باب ۳۰

ساکھ اور بینک

ساکھ انسان کی اس قوت کو کہتے ہیں۔ جس کی بدولت پر وہ دوسروں سے کچھ عرصہ کے واسطے معاشی اشیاء یا دولت قرض لے سکتا ہے۔ یعنی قرض لینے والی قوت یا خوبی کو معاشیات میں ساکھ کہتے ہیں۔ عام طور پر ایک شخص دوسروں کو قرض دینے کے لیے تبھی تیار ہوتا ہے۔ جب اسے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ قرض لی ہوئی رقم واپس مل جاوے گی۔ یہ یقین قرض لینے والے کی بھگتان کرنے کی قوت اور خواہش پر منحصر ہے۔ بعض اشخاص میں قرض چکانے کی قوت تو کافی ہوتی ہے لیکن ان کی نیت اچھی نہیں ہوتی۔ موقع ملنے پر وہ پوری رقم کو ہڑپ کرنے سے نہیں چوکتے ایسے اشخاص کی ساکھ بہت کم ہوتی ہے ساکھ کے انحصار پر جتنے سودے کیے جانے

ہیں ان کے پورا ہونے میں کچھ وقت لگتا ہے اس لئے یہ ضروری ہے۔ کہ ان کا پورا حال لکھ لیا جاوے جس سے مستقبل میں فیصلہ کرنے وقت کوئی غلطی یا دقت نہ ہو۔ جن کاغذوں پر یہ سب لکھا جاتا ہے انہیں "اعتماد نامہ" یا "ساکھ پتر" کہتے ہیں۔ ساکھ پتر کی کئی صورتیں ہوتی ہیں۔ جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ہنڈی } یہ ایک بلا شرط چھٹی ہے۔ جس کے ذریعہ ایک شخص دوسرے شخص کو حکم دیتا ہے کہ طلب کرنے پر یا ایک مقررہ میعاد کے بعد اس میں تحریر شدہ رقم لکھنے والے یا کسی خاص شخص کو یا اس کے لانے والے کو دے دی جاوے۔

ہنڈیاں صرف تاجرانہ یا صنعتی کاموں کیواسطے ہی استعمال کی جاتی ہیں۔ مال بھیجنے والے ہنڈی لکھ کر خریدار کے پاس بھیجتے ہیں۔ خریدار اس کے مطابق بھگتان کرتے ہیں۔ ہنڈیاں دو قسم کی ہوتی ہے۔

(۱) حاضری ہنڈی اور (۲) مدتی ہنڈی۔ حاضری ہنڈی وہ ہے جس کا روپیہ طلب کرنے پر یا ہنڈی دکھلانے پر فوراً مل جاتا ہے۔ مدتی ہنڈی اسے کہتے ہیں۔

جس کا روپیہ ایک مقررہ میعاد کے بعد ہی مل سکتا ہے۔ میعاد مقررہ کے ختم ہونے پر تین یا پانچ دن کا وقت اور دیا جاتا ہے۔ ان ہنڈیوں پر قیمت کے مطابق اسٹامپ ڈیوٹی لگتی ہے۔

حاضری ہنڈی چار قسم کی ہوتی ہے۔

(۱) دھنی جوگ (۲) شاہ جوگ (۳) فرمان جوگ (۴) دیکھاڑ نار جوگ۔ دھنی جوگ ہنڈی وہ ہنڈی ہے جس کا روپیہ صرف اسی کو مل سکتا ہے جس کے حق میں وہ لکھی گئی ہو۔ شاہ جوگ ہنڈی کا روپیہ صرف شہر کے باعزت شخص یا بادشاہ کو ہی دیا جا سکتا ہے۔ فرمان جوگ ہنڈی کا روپیہ رقم پانے والے کو یا اس کے حکم کے مطابق کسی دوسرے کو دیا جا سکتا ہے۔ دیکھاڑ نار جوگ ہنڈی "بیرر چیک" کی طرح ہوتی ہے۔ اس کا روپیہ ہنڈی لے جانے والے شخص کو دیا جا سکتا ہے۔

ہنڈیاں بہت آسانی اور منافع بخش اعتماد نامہ مانی جاتی ہیں۔ موجودہ معاشی دنیا میں ان کا مخصوص مقام ہے۔ صنعت سے متعلق رقوم کا بھگتان زیادہ تر انھیں کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ ہنڈیوں سے دھات کے سکوں کے چلن میں بھی کافی

کمی ہوتی ہے۔

چیک۔ چیک بنک کے نام ایک بلا شرط حکم نامہ ہے۔ جس کے ذریعہ گاہک اپنے بنک کو یہ حکم دیتا ہے۔ کہ طلب کرنے پر اسے یا اُس شخص کو جس کا نام چیک پر تحریر ہے۔ تحریر شدہ روپیہ دے دیا جائے۔ بنک طلب کرنے پر چیک کا روپیہ دینے کے واسطے مجبور ہوتا ہے۔

چیک دو قسم کے ہوتے ہیں۔

۱۔ بیرر۔ ۲۔ آرڈر۔ بیرر چیک کا روپیہ جو شخص بھی چاہے بنک میں چیک لے جاکر لے سکتا ہے۔ لیکن آرڈر چیک کا روپیہ صرف اس شخص کو مل سکتا ہے۔ جس کو دینے کے واسطے بنک کو حکم دیا گیا ہو۔ جب چیک پر دو متوازی خطوط کھینچ دیئے جاتے ہیں۔ تو اُسے "کراسڈ چیک" کہتے ہیں۔ ایسا کرنے پر بنک روپیہ نقد نہ دیگر گاہک کے کھاتہ میں جمع کر دیتا ہے۔

چیک اور ہنڈی میں بہت فرق ہے۔ چیک بنک کے نام ہی پر دیا جا سکتا ہے۔ لیکن ہنڈی کسی کے اوپر کی جا سکتی ہے۔ چاہے وہ شخص ہو یا فرم چیک کا روپیہ طلب کرنے پر بنک کو فوراً ادا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن سب ہنڈیوں کے ساتھ

یہ بات لاگو نہیں ہوتی - مدتی ہنڈی کا روپیہ ایک میعاد مقررہ کے بعد دینا پڑتا ہے - اس کے علاوہ ہنڈی میں قیمت کے مطابق ٹکٹ لگانا پڑتا ہے لیکن چیک میں اس کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی۔

چیک کے استعمال سے بہت فوائد ہیں - تجارت کے میدان میں اس سے بڑی مدد ملتی ہے - چیک کے ذریعہ جو ادائیگی کی جاتی ہے - اس کا پورا حال لکھا جاتا ہے - جیسے کتنا روپیہ کس وجہ سے کب اور کس کو دیا گیا ہے - اگر مستقبل میں کسی بات پر جھگڑا اٹھے تو اس کی شہادت آسانی سے کی جا سکتی ہے - اس کے علاوہ چیک کے ذریعہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر دولت بھیجنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے اور خرچ بھی کم لگتا ہے - تیسرے چیک کے استعمال سے دھات کے سکے کی کم ضرورت پڑتی ہے - اس وجہ سے مزدوری اور دولت میں کافی بچت ہوتی ہے ان بچے ہوئے ذرائع کو دیگر کاموں میں استعمال کر کے بڑی ترقی کی جا سکتی ہے - انہیں سب وجوہات سے آج سبھی مہذب اور ترقی یافتہ ممالک میں چیک کا رواج بڑی تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے -

پرامزری نوٹ } یہ ایک بلا شرط تحریری "اعتماد نامہ" ہے۔ جس کے مطابق تحریر کنندہ کسی خاص شخص کو یا جسے وہ کہے اسے ایک مقررہ رقم دینے کا عہد کرتا ہے صرف یہ فرق چھوڑ کر کہ یہ مقروض کے ذریعہ تحریر کیا جاتا ہے۔ پرامزری نوٹ کی باقی سب خصوصیات ہنڈی سے ملتی ہیں۔

اعتماد (ساکھ) کی اہمیت } ساکھ موجودہ تجارت کی جان ہے۔ موجودہ طریقہ پیداوار اتنا مشکل ہوگیا ہے کہ ساکھ کی مدد کے بغیر اس ڈھانچہ کو بنائے رکھنا مشکل ہے۔ ہر قدم پر اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن اشخاص کی ساکھ اچھی نہیں ہوتی وہ تجارت میں ترقی نہیں کر پاتے۔ مختصراً ساکھ سے مندرجہ ذیل فوائد ہیں۔

۱۔ اس سے دھات کے سکہ کے رواج میں بہت بچت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ موجودہ تجارت کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ اس کی ضروریات صرف دھات کے سکہ کے ذریعہ اچھی طرح پوری نہیں کی جا سکتی۔

۲۔ اس کی مدد سے پیداوار بڑی مقدار میں

کی جا سکتی ہے - اور اس طرح بڑی مقدار میں پیداوار کے جتنے فوائد ہیں وہ دستیاب ہو سکتے ہیں -

۳ء اعتماد (ساکھ) کے ذریعہ دولت ان دائروں میں آسانی سے بھیجی جا سکتی ہے - جہاں اس کا استعمال بخوبی ہو سکے - اس سے دولت کی قوت پیداوار بہت بڑھ جاتی ہے -

۴ء ادائیگی کا یہ ایک آسان ذریعہ ہے - یہی نہیں اس کی مدد سے انسان کچھ عرصہ کے واسطے معاشی پریشانیوں سے چھٹکارا پا سکتا ہے -

۵ء ساکھ کے مناسب انتظام سے قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کو جس کی وجہ سے بہت سی معاشی اور سماجی برائیاں پیدا ہوتی ہیں - روکا جا سکتا ہے -

ساکھ سے کئی پریشانیوں کے پیدا ہونے کا خطرہ رہتا ہے - جن میں سے خاص مندرجہ ذیل ہیں -

۱ء اگر ساکھ پر بہت آسانی سے دولت دستیاب ہوتی ہے تو لوگ اپنی قوت سے باہر قرض لینے لگتے ہیں - ان میں طرح طرح کی فضول

خرچی کی عادتیں پڑ جاتی ہیں۔ اور آخر تک وہ اس مصیبت سے نجات حاصل نہیں کر پاتے۔ اس کے نتیجہ کے طور پر بے ایمانی۔ چال بازی وغیرہ دیگر برائیاں پیدا ہونے لگتی ہیں۔

۲۔ ساکھ کے ذریعہ کچھ وقت کے واسطے کسی فرم یا کارخانہ کی کمزوریاں آسانی سے چھپائی جا سکتی ہیں۔ اس وجہ سے عوام کو اس کی حقیقی حالت کا علم نہیں ہو پاتا لیکن اس قسم کی دھوکہ کی ٹٹی بہت دن تک نہیں چل پاتی فرم کی کمزوریاں دن بدن بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ اور جب اس کا آخری دیوالہ پٹتا ہے تو عوام کو کہیں زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اس طرح دھوکہ کھاکر لوگوں کا اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ جس سے دیگر صنعتی اداروں کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۳۔ سب سے بڑی مصیبت کا خطرہ ساکھ کا بہت زیادہ پھیلاؤ ہے اس سے طرح طرح کے مشکل مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اشیاء کی قیمتیں تیزی سے بڑھنے لگتی ہیں۔ جوے اور سٹہ بازی کا قبضہ تمام صنعتی میدان پر ہو جاتا ہے۔ مقابلہ اور بد امنی کی لہریں لہرانے لگتی ہیں۔ نتیجہ کے طور پر لوگوں کی زندگی غیر معین اور مصیبت زدہ

بن جاتی ہے۔ پس ساکھ سے منافع اٹھانے کے واسطے یہ ضروری ہے کہ اس کا انتظام مناسب طریقہ سے ہو۔

بینک بینک اس شخص یا ادارہ کو کہتے ہیں جس کا کام عوام سے دولت لے کر جمع کرنا اور قرض دینا ہوتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر ساکھ اور دولت کا لین دین کرنے والے ادارہ کو بینک کہا جاتا ہے۔ بینک موجودہ دور کی ایجاد نہیں ہے۔ بہت پرانے زمانہ سے بینک کا کاروبار چلا آرہا ہے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس میں بہت سی تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ اگر آج ہم بینک کی پرانی اور موجودہ صورت۔ کام اور نظام کا مقابلہ کریں۔ تو شاید ہی کوئی برابری دکھلائی دے۔ موجودہ بینک کا پورا ڈھانچہ ہی بدل گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے بینک کا جنم موجودہ دور میں ہی ہوا ہو۔ بنک کا کام اب بہت نئے اور سائنٹفک طریقہ سے ہوتا ہے۔ دیگر اداروں کی طرح بینک میں بھی خصوصیات کا اصول زور پکڑ رہا ہے۔ مختلف کاموں کے لئے مختلف بینک ہوتے ہیں۔ جیسے بعض کاشت کی ضروریات

پورا کرتے ہیں۔ بعض تجارت کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ کچھ صنعتوں کا کام سنبھالتے ہیں اور کچھ ورپیشی تجارت کا۔ مختلف کام کرنے والے بینکوں کو الگ الگ نام دیئے گئے ہیں۔ جیسے تجارتی بینک۔ صنعتی بینک، مددگار بینک۔ بنک بہت سے منافع بخش کام کرتا ہے۔ اس کا سب سے خاص کام قرض لینا اور دینا ہوتا ہے۔ یہ لوگوں سے قرض جمع کرنے کی صورت میں لیتا ہے۔ بینک کئی طرح کے کھاتہ کھولتا ہے۔ جن میں لوگ اپنی بچت کو جمع کرتے ہیں۔ چالو کھاتہ (Current Account) میں جمع کرانے سے بینک۔ گاہک کو یہ حق دیتا ہے کہ جب وہ چاہے جمع شدہ رقم نکال لیں۔ اس کھاتہ میں جمع کی ہوئی رقم کو بنک آزادانہ صورت میں کام میں نہیں لا سکتا کیونکہ پتہ نہیں گاہک کب رقم مانگ بیٹھے۔ یہی وجہ ہے کہ چالو کھاتہ کی رقم پر بنک سود نہیں یا بہت کم دیتا ہے۔ مدتی جمع کھاتہ (Fixod Account) میں روپیہ ایک مقررہ میعاد کے واسطے جمع کیا جاتا ہے اس وقت کے پہلے اس میں سے رقم نہیں نکالی جا سکتی۔ بنک اس وقت تک جمع کی ہوئی رقم کو منافع بخش مقامات پر آسانی سے لگا سکتا ہے

کیونکہ اسے پہلے سے ہی اس بات کا پورا علم ہوتا ہے کہ گاہک کب اس رقم کو نکال سکتا ہے۔ اس وجہ سے بینک اس کھاتہ میں جمع کی ہوئی رقم پر مناسب سود دیتا ہے۔ سود کی شرح منڈی کی حالت اور معیار کو دیکھتے ہوئے کی جاتی ہے۔

بینک کا دوسرا خاص کام قرضہ دینا ہوتا ہے تجربہ کے ذریعہ یہ بات ثابت ہے کہ گاہک یعنی جمع کرنے والے سب ایک ساتھ بینک سے اپنا روپیہ نہیں نکالتے۔ اس واسطے کل جمع کی ہوئی رقم کا صرف کچھ حصہ ہی نقد (Cash) میں رکھ کر بینک اپنے گاہکوں کی ضرورتیں پوری کر سکتا ہے۔ باقی رقم قرض دینے کے کام میں لگائی جا سکتی ہے۔ کتنا حصہ نقدی کی صورت میں رِزرو میں رکھنا چاہئے اس کا کوئی مقرر جواب نہیں دیا جا سکتا۔ ہر ایک بینک کو اپنی خاص حالتوں کو دھیان میں رکھتے ہوئے یہ طے کرنا پڑتا ہے کہ جمع شدہ دولت کا کتنے فیصدی حصہ رِزرو میں رکھا جائے۔ جس سے گاہکوں کی طلب پورا کرنے میں رکاوٹ نہ ہو۔ اگر بینک ضرورت سے زیادہ حصہ رزرو یا نقدی میں رکھتا ہے

تو قرضہ دینے کے واسطے بنیک کے پاس بہت کم حصہ بچ رہے گا۔ اس وجہ سے اس کا منافع کم ہو جاوے گا۔ دوسری طرف اگر بنیک بہت کم رزرو رکھتا ہے تو گاہکوں کی طلب کو پورا نہ کیا جا سکے گا۔ ایسی حالت میں عوام کا اعتماد اس پر سے اٹھ جاوے گا۔ اور جلد ہی اسے اپنا کاروبار بند کرنا پڑے گا۔ پس بنیک کو ایک ایسا رزرو رکھنا پڑتا ہے۔ جو نہ تو زیادہ ہو اور نہ کم۔ جو بنیک ایسا کر پاتا ہے اسے ہی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

رزرو کی مقدار معین کر لینے کے بعد بنیک بقایا رقم سے قرض کا کام چلاتا ہے۔ چونکہ بنیک کی زیادہ دولت گاہکوں کے ذریعہ جمع شدہ ہوتی ہے۔ اس لیے اس کے استعمال کرنے میں بنک کو بہت ہوشیاری سے کام کرنا پڑتا ہے۔ قرض دینے کے پہلے بنیک کئی باتوں کی اچھی طرح جانچ کرتا ہے۔ اسے یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ قرض چاہنے والا کون ہے۔ کتنے دفتر اور کس کام کے واسطے قرض چاہتا ہے۔ اس کی اقتصادی حالت کیسی ہے۔ کس قسم کی ضمانت دینے کیواسطے وہ شخص تیار ہے۔ وغیرہ۔ ان سب باتوں کی

جانچ کرنے کے بعد بینک یہ طے کرتا ہے کہ کب اور کسے کتنا قرض دیا جائے۔ جس سے رقم محفوظ رہے۔ اور ساتھ کے ساتھ اسے منافع ہو۔ اپنی قرض کی پالیسی سے بینک ان دونوں مقاصد کو پورا کرانے کی کوشش کرتا ہے۔

مختصراً بنک ایک طرف سے قرض لیتا ہے اور دوسرے کو دیتا ہے۔ اس کے جمع رکھنے اور قرض دینے کی شرحوں میں جو فرق ہوتا ہے وہی اس کی کمائی ہوتی ہے۔

بینک صرف لین دین کا ہی کام نہیں کرتا اس کے اور بہت سے اہم کام ہیں۔ یہ اپنے گاہکوں کا قیمتی سامان۔ محفوظ رکھنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لیتا ہے۔ بینک کم خرچ میں ایک مقام سے دوسرے مقام پر دولت بھجوانے کا انتظام کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بینک اپنے گاہکوں کے ایجنٹ کے طور پر کام کرتا ہے۔ جس سے گاہکوں کو بہت آسانی ہوتی ہے۔

بینک کی اہمیت } بنک کے کاموں کا مطالعہ اوپر کیا جا سکتا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ موجودہ معاشی دنیا میں بنک کو کتنا اہم درجہ حاصل ہے۔ بنک کے ذریعہ لوگوں

بیں دولت جمع کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ بنکوں میں تھوڑی بچت کو بھی جمع کیا جا سکتا ہے۔ جس پر بنک مناسب سود دیتا ہے۔ اس طرح دولت جمع کرنے کے کام میں لوگوں کو بنک کے ذریعہ آسانی ہی نہیں بلکہ ابھار بھی ملتا ہے۔ اور یہ تو ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ موجودہ معاشی ترقی کا انحصار صرف پونجی ہے۔ اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ بنک پونجی میں ترقی کر کے دیش کی معاشی ترقی میں کافی حد تک مددگار ثابت ہوتا ہے بنک کے ذریعہ پونجی کی حرکت بھی بڑھ جاتی ہے جن مقامات پر دولت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے وہاں پر بنک کی مدد سے پونجی آسانی سے لگائی ہے۔ بعض اشخاص ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس دولت کی کمی تو نہیں ہوتی لیکن ان میں اسے مناسب طریقہ پر استعمال کرنے کی اہلیت نہیں ہوتی دوسری طرف کچھ ایسے بھی لوگ ہیں۔ جو صنعتی کاموں کے اجرار کا کام خوب اچھے طریقہ سے کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کے پاس ضروری دولت نہیں ہوتی۔ اس وجہ سے وہ اپنے صنعتی ہنر اور قابلیت کا پورا پورا فائدہ حاصل نہیں کر پاتے۔ بنک اس طرح کی کمی کو دور کرنے کی کافی حد تک کوششیں کرتا ہے

عوام کی بچی ہوئی پونجی کو جمع کر کے بنک ان قابل اشخاص کے پاس پہونچاتا ہے۔ جو اسے اچھے کام میں لگا سکتے ہیں۔ اس کے نتیجہ کے طور پر سماج کی معاشی ترقی کی رفتار بڑھ جاتی ہے۔

بنک کے ذریعہ بین الاقوامی تجارت میں بہت آسانی ہوتی ہے۔ آج کل ایک دوسرے ملک کا لین دین اس کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بنک سے چیک کا رواج بڑھتا ہے جس سے دھات کے سکہ کے استعمال میں کافی بچت ہو جاتی ہے۔ یہی نہیں چیک میں بہت قوت لچک ہوتی ہے۔ جس سے تجارتی ضروریات کی طلب کو بغیر کسی دقت کے پورا کیا جاسکتا ہے۔

پس موجودہ معاشی زندگی میں بنک کا بہت اونچا مقام ہے۔ قوم کی معاشی ترقی بہت کچھ حد تک اسی پر منحصر ہے۔

ہندوستان معاشی میدان میں بہت پچھڑا ہوا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہاں پر بنکوں کی تعداد بہت کم ہے اور ان کا انتظام بھی ٹھیک طریقہ سے نہیں ہوتا۔

باب ۲۱

تقسیم دولت

دولت کی پیداوار :- تبادلہ اور صرف سے متعلق باتوں کا مطالعہ کیا جا چکا ہے۔ اب صرف ایک مضمون کا مطالعہ باقی ہے وہ ہے دولت کی تقسیم۔ معاشیات کی تقسیم میں ہمیں اس بات کا پتہ چلے گا کہ کس طرح پیداوار کے ذرائع کے درمیان پیدا شدہ دولت کی تقسیم ہوتی ہے یعنی کیسے ذرائع پیداوار کی مزدوری کا مقرر ہوتی ہے۔

پرانے زمانہ میں ہر شخص اپنے استعمال کی سبھی چیزیں خود ہی تیار کرتا تھا۔ پیداوار کے کام میں جن ذرائع کی ضرورت پڑتی تھی وہ اپنے آپ ہی جُٹاتا تھا۔ اس زمانہ میں تقسیم کا سوال نہ تھا۔ کیونکہ جو کچھ بھی ایک شخص تیار کرتا تھا۔ اس پر صرف اس کا حق ہوتا تھا۔ دوسروں کا نہیں۔ جب تک ذاتی طور سے پیداوار کا کام چلتا رہا

تقسیم کی ضرورت نہیں پڑی۔ کچھ وقت بعد پیداوار کی یہ صورت نہ رہ سکی۔ وجہ یہ کہ انسان کی ضروریات اتنی بڑھ گئیں کہ پیداوار کے اس سادہ اصول کے ذریعہ ان کی خواہش کو پورا کرنا ناممکن ہوگیا۔ پس حلقہ پیداوار میں وقت کے ساتھ ساتھ بہت سی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ خصوصاً پچھلے دو سو سالوں سے آج موجودہ زمانہ میں طریقہ پیداوار کا ڈھانچہ ہی بدل چکا ہے۔ اسے ایک نئی صورت دیدی گئی ہے۔ اب پیداوار شخصی طور سے نہیں بلکہ مجموعی طور سے کی جاتی ہے۔ پیداوار کی مقدار اتنی بڑھ گئی ہے کہ اب کسی کے واسطے یہ سیدھے طور پر ممکن نہیں ہے کہ وہ سب ضروری ذرائع کو خود ہی کام میں لا سکے۔ پیداوار کے ذرائع کو جٹانے کے واسطے اب مختلف وجوں کے اشخاص کی مدد لینا پڑتی ہے ان کی مدد کے بغیر پیداوار کا کام۔ ایک لمحہ بھی نہیں چل سکتا۔ جو کچھ پیداوار ہوتی ہے وہ ان سب کی مدد کا نتیجہ ہوتی ہے اسواسطے مدد دینے والے مختلف ذرائع کے درمیان پیدا شدہ دولت کی تقسیم ضروری ہوگئی ہے

یہی وجہ ہے کہ موجودہ معاشی دنیا میں تقسیم کو ایک خاص درجہ حاصل ہے۔

تقسیم معاشیات کا ایک بہت ضروری اور اہم حصہ ہے۔ اس کا مطالعہ بہت ضروری ہے اور ساتھ ہی ساتھ دلچسپ بھی ہے۔ ہم سب کسی نہ کسی صورت میں دولت پیدا کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ اس واسطے ہم اس بات کو جاننے کے واسطے بہت خواہشمند ہوتے ہیں کہ کل پیداوار میں ہمارا حصہ کیسے مقرر ہوتا ہے۔ تقسیم کے مسئلہ کا مطالعہ دلچسپ تو ضرور ہے لیکن بعض مقامات پر خاص مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دائرہ پیداوار میں مختلف ذرائع کو اس طرح ملا کر کام میں لایا جاتا ہے کہ مستقل صورت میں یہ کہنا کہ کل پیداوار کا کتنا حصہ کس ذریعہ کی محنت کا نتیجہ ہے بہت مشکل ہے۔ اس وجہ سے ذرائع کی مزدوری کا مقرر کرنے وقت مختلف جھگڑوں کی باتیں طے کرنا پڑتی ہے۔ اگر کسی ذریعہ کو زیادہ حصہ مل جاتا ہے۔ تو ضرور ہی دیگر ذرائع کے واسطے کم رہ جائے گا۔ نتیجہ کے طور پر تقسیم کا مطالعہ طرح طرح کے مشکل

مسائل سے بھرا ہوا ہے۔
اس سلسلہ میں یہ دھیان دینے کے قابل ہے کہ رسم تقسیم کا معاشی زندگی پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ ملک کی معاشی ترقی اور خوشحالی کافی حد تک تقسیم پر منحصر ہے۔ جتنا ہی پر انصاف اور مناسب تقسیم کا طریقہ ہوگا اتنا ہی زیادہ وہ سماج سکھی اور ترقی پذیر ہوگا۔ اگر طریقہ تقسیم ناقص ہے تو بلا شبہ پیداوار اتنی نہ ہوگی جتنی کہ ممکن ہے۔ پیداوار کنندہ اپنی پوری قوت لگانے کے واسطے تیار نہ ہونگے۔ آہستہ آہستہ ان کی قوت عمل گرتی جائے گی۔ تجارت اور صنعتوں میں ترقی نہ ہو سکے گی نتیجہ کے طور پر سماج کا معاشی ڈھانچہ لڑکھڑانے لگے گا۔ اور طرح طرح کی معاشی مشکلات پیدا ہونے لگیں گی۔ ایسی حالت میں عوام کا طرز رہائش نیچا ہی بنا رہے گا۔ ان سب باتوں کے کہنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر تقسیم کا طریقہ درست نہیں ہے۔ تو معاشی زندگی کا کام مناسب طور سے نہیں چل سکتا۔ لیکن بد قسمتی سے آج بہت سے ملکوں میں تقسیم دولت کا طریقہ بہت ہی خراب ہے۔ جس کے نتیجہ سے وہاں کے عوام کو

مختلف مشکل معاشی اور سماجی مشکلات سے سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ہندوستان میں بھی دولت کی تقسیم اسی طرح خراب ہے۔ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ قومی آمدنی کا ایک تہائی حصہ سے بھی زیادہ صرف ایک فیصدی لوگوں کے پاس چلا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ملک کی دولت مٹھی بھر لوگوں میں جمع ہوتی چلی جا رہی ہے۔ یہاں کے نیچے طرز رہائش کی یہ ایک خاص وجہ ہے۔ ملک کی اقتصادی حالت درست کرنے کے واسطے موجودہ طریقہ تقسیم کو تبدیل کر کے اسے ایک نئی صورت دینے کی سخت ضرورت ہے۔ پس طریقہ تقسیم کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

تقسیم کا مسئلہ تقسیم کے متعلق مسائل بہت پریشان کن ہیں۔ اور ان کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے۔ اس واسطے ان کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے ان کا الگ الگ مطالعہ کرنے میں ہی آسانی رہے گی۔ سب سے پہلے سوال یہ ہے کہ تقسیم کس شے کی ہوتی ہے۔ اس کا جواب بہت آسان ہے۔ تقسیم قومی یا مجموعی دولت کی ہوتی ہے۔ قومی آمدنی کی تعریف کئی طریقہ سے کی گئی ہے۔ وہ اس طرح ہے۔ قومی

آمدنی کا مطلب "ان تمام اشیار اور خدمات سے ہے چاہے وہ مادی ہوں یا غیر مادی جو کسی ملک کے مزدوری۔ دولت اور قدرتی ذرائع کی مدد سے ایک سال میں پیدا کی جاتی ہے" حقیقی قومی آمدنی (Net National Dividend) تو معلوم کرنے کیواسطے کل آمدنی میں سے ٹوٹ پھوٹ کا خرچہ وغیرہ نکالدینا چاہیے۔ دوسری طرف پروفیسر فشر کا کہنا ہے کہ جتنی اشیار ایک سال میں تیار کی جاتی ہیں۔ ان سب کو قومی آمدنی میں شامل نہیں کرنا چاہیے پیدا شدہ اشیار کے صرف اسی حصے کی قومی آمدنی میں شامل کرنا چاہیے جسکا سیدھے طور سے اس سال میں استعمال ہوتا ہے۔ مثال کے ذریعہ ان دونوں تعریفوں میں جو فرق ہے آسانی سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ فرض کرلو سال بھر میں ایک مشین تیار کی گئی ہے۔ مارشل کے مطابق ٹوٹ پھوٹ کا خرچہ کاٹ کر اس مشین کی کل قیمت قومی آمدنی میں شامل کرلی جاوے گی۔ لیکن فشر کی تعریف کے مطابق مشین کی کل قیمت کا صرف وہی حصہ قومی آمدنی میں شامل کرنا چاہیے۔ جس کا اس سال میں اصلیت میں استعمال ہو چکا ہو۔ یہ ماننا پڑے گا کہ سائنٹفک طریقہ سے پروفیسر فشر کی تعریف زیادہ موزوں ہے۔ لیکن اس طرح سے قومی آمدنی کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ ایک سال میں کل کتنی

اشیار تیار کی جاتی ہیں۔ اس کا پتہ لگانا بہت آسان ہے۔ اس لئے سائنٹفک نقطۂ نظر سے کچھ خامیاں ہوتے ہوئے بھی پروفیسر مارشل کی تعریف زیادہ موزوں ہے۔

قومی آمدنی کا اندازہ لگانے کے تین طریقہ ہیں۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ کل پیداوار کی قیمت جوڑ کرکے اس میں سے ٹوٹ پھوٹ کا خرچہ گھٹا دیا جاوے قومی آمدنی کو ناپنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سب لوگوں کی آمدنی کو جمع کرلیا جاوے۔ وہ انکم ٹیکس دیتے ہوں یا نہیں۔ اندازہ لگانے کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ملک میں جتنی صنعتیں ہوں ان کی گنتی کرلی جاوے۔ جس سے ان میں کام کرنے والوں کی کل آمدنی کا پتہ چل سکے۔ اس طرح کے جوڑنے سے جو تعداد آئے گی وہ قومی آمدنی ہوگی۔

آمدنی کا اندازہ لگاتے وقت ان اشیار کی قیمتوں کو شامل نہیں کرنا چاہیئے۔ جن کے پانے کے واسطے کسی قسم کی خدمت نہیں کی گئی ہے۔ جیسے دان کی اشیار اس طرح وہ رقم جو بڑھاپے میں پنشن کی صورت میں ملتی ہے یا جو دھوکہ بازی سے پیدا کی جاتی ہے قومی آمدنی کے درمیان شمار نہیں کی جاسکتیں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں۔ کہ قومی آمدنی پیداوار

کو جو ملتا ہے اسے منافع کہتے ہیں۔ جب تک ان ذرائع کو مزدوری نہ دی جاوے گی تب تک یہ دولت پیدا کرنے میں مدد کرنے کو تیار نہ ہوں گے۔ ان ذرائع کے مزدوری کے متعلق باتوں کا اگلے ابواب میں الگ الگ مطالعہ کیا جائے گا۔ یہاں پر صرف اتنا ہی بتانا کافی ہوگا۔ کہ کیسے ان ذرائع کی مزدوری مقرر کی جاتی ہے۔

یہ تو صاف ہے کہ جو کچھ پیداوار کے کسی ذریعہ کو ملتا ہے۔ وہ ایک طرح سے اس ذریعہ کی خدمات کا عوض ہے۔ اگر یہ ٹھیک ہے تو سوال اٹھتا ہے۔ کہ فروخت کنندہ اور خریدار کون ہے۔ فروخت کنندہ تو ذریعہ کا مالک ہوتا ہے۔ اور خریدار تنظیم کرنے والا یعنی منتظم۔ دائرہ پیداوار میں یہ بتایا جا چکا ہے۔ کہ ضروری ذرائع کو جمع کرنے کا کام منتظم کرتا ہے تجارت کی پوری جوابدہی منتظم پر ہوتی ہے۔ وہ ایک فیصلہ کرتا ہے۔ کہ کون سا دھندھا شروع کیا جائے کس طریقہ سے وہ دھندہ چلایا جاوئے۔ کتنی مقدار میں اور کہاں اشیاء تیار کی جاویں۔ اس طرح کی مختلف باتوں کی ذمہ داری اس پر ہوتی ہے۔ وہ اس تجارت یا صنعت کی طرف جھکتا ہے۔ جس میں اسے منافع کی امید معلوم ہوتی ہے۔ اس کا منافع دو باتوں پر منحصر ہوتا ہے۔ خرچ پیداوار اور قیمت۔ اگر

کس بات کا خیال رکھتا ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ کس ذریعہ کو مزدوری کی صورت میں کتنی قیمت دینے کو تیار ہو سکتا ہے۔ یہ تو سبھی کو بخوبی معلوم ہے کہ ہر ایک خریدار کا یہ مقصد ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی خریداری اس طرح سے کرے جس سے اسے زیادہ سے زیادہ تسکین حاصل ہو۔ صَرف کے متعلق مسائل پر غور کرتے وقت یہ کہا جاچکا ہے کہ صارف کو اسی وقت زیادہ سے زیادہ تسکین حاصل ہو سکتی ہے۔ جب وہ اپنی آمدنی کو مختلف اشیاء پر اس طرح خرچ کرتا ہے کہ خریدی ہوئی سب اشیاء کی تفصیل افادہ ایک جیسی ہو۔ ماہر صارف تفصیل افادہ تسکین اصول کے مطابق خریداری کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اس بات کو دھیان میں رکھتا ہے۔ کہ الگ الگ اشیاء پر جو روپیہ کی آخری اکائی خرچ کی گئی ہے۔ اس کی افادیت سب مقامات پر برابر رہے کیونکہ دیگر کسی طریقہ سے زیادہ سے زیادہ تسکین حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس خریدتے وقت صارف کا دھیان۔ چیز کی انتہائی افادیت پر رہتا ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ قیمت انتہائی افادیت کے برابر دے سکتا ہے۔ یہی نہیں وہ ایک چیز کو خریدتے وقت دیگر اشیاء کی انتہائی افادات کو بھی دھیان میں

ایک سو ایک کر دی گئی ہے۔ اور اس وجہ سے کل پیداوار پانچ سو دس اکائی تک پہنچ گئی ہے کل پیداوار میں جو دس اکائی کا فرق ہوا ہے۔ اسے مزدوری کی انتہائی پیداوار کہیں گے۔ منتظم مزدوری کو زیادہ سے زیادہ دس اکائی کی قیمت مزدوری دے سکتا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ اگر مزدوری انتہائی پیداوار کی قیمت سے زیادہ ہے تو منتظم کو نقصان ہوگا۔ اس وجہ سے وہ مزدوروں کی تعداد کم کرتا جاوے گا۔ جب تک انتہائی پیداوار مزدوری کے برابر نہیں آجاتی۔ پس ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ منتظم کی طرف سے (یعنی طلب کی طرف سے) کسی ذریعہ کی خدمت کی قیمت زیادہ سے زیادہ انتہائی پیداوار کے برابر ہو سکتی ہے۔

پیداوار کے ذرائع پر جن کا قبضہ ہوتا ہے وہ اپنے ذرائع کے عوض میں کچھ قیمت چاہتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان ذرائع کی کمی ہے۔ اور ان میں قوت پیداوار بھی ہے۔ مختلف صنعتوں میں ان کی طلب ہوتی ہے۔ اس واسطے ذرائع کے مالک بغیر کچھ قیمت حاصل کئے ان ذرائع یا ان کی خدمات کو فروخت کرنے کے واسطے تیار نہیں ہوتے۔ جن مقامات پر زیادہ قیمت پانے کی امید ہوتی ہے۔ وہیں پر وہ اپنے ذرائع

باب ۳۲

مزدوری

مزدوری کی خدمت کے بدلہ جو کچھ دولت ملتی ہے اسی مزدوری کہتے ہیں۔ محنت لفظ کے اندر ہم ماہر اور غیر ماہر سب قسم کے مزدوروں کو مانتے ہیں اس واسطے مزدور کا کام چاہے عمدہ ہو یا معمولی اس کی قیمت کو مزدوری ہی کہیں گے۔

مزدوری کا بھگتان خاص طور سے دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک تو وقت کے مطابق اور دوسرے کام کے مطابق۔ پہلی قسم کے مطابق مزدور کو ایک مقرر دن یا ہفتہ یا ماہوار کے بعد مزدوری دی جاتی ہے۔ جیسے کسی کو پانچ سو روپے ماہوار یا پانچ روپیہ روزانہ ملتا ہو۔ کام کے مطابق ادائیگی ہونے کی صورت میں مزدوری کئے ہوئے کام کے مطابق ملتی ہے۔ جیسے ایک بڑھئی کو ایک میز تیار کر لینے پر پانچ روپیہ دئے جاویں۔ ادائیگی کرنے کے ان دونوں طریقوں کے اپنے اپنے اوصاف اور خرابیاں ہیں جن پر مختصراً نیچے غور کیا جاتا ہے۔

وقت کے مطابق مزدوری } موجودہ سماج میں

ایک بڑی خرابی ہے۔ وہ یہ کہ مزدوروں کی طرف سے زیادہ اور اچھا کام کرنے کے واسطے کوئی بڑھاوا نہیں ملتا۔ ماہر مزدور کو زیادہ کام کرنے کے عوض میں کوئی خاص انعام نہیں ملتا۔ نتیجہ کے طور پر وہ بھی معمولی مزدوروں کی سطح پر آجاتا ہے۔ اس کے علاوہ مزدوری مقرر ہونے کی وجہ سے مزدوروں میں سستی آجاتی ہے۔ ان میں کام ٹالنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اس وجہ سے مالک کو مزدوروں پر دیکھ بھال کرنے کے واسطے کافی انسپکٹروں کو رکھنا پڑتا ہے۔ اس طرح خرچہ پیداوار اور بڑھ جاتا ہے۔

کام کے مطابق مزدوری آج کل اس رواج کا زیادہ چلن ہوتا جارہا ہے۔ بہت کچھ حد تک مزدور اور مالک دونوں کے واسطے یہ رواج مفید ہے۔ جتنا زیادہ کام مزدور کرے گا اتنی ہی زیادہ اسے مزدوری ملے گی۔ اس رواج کے قابلیت اور تیزی سے کام کرنے میں بڑھاوا ملتا ہے۔ اس طرح زیادہ قابلیت ظاہر کرکے قابل مزدور کو زیادہ مزدوری حاصل کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اس سے مالک کو بھی منافع ہوتا ہے۔ جو کچھ مزدوری وہ دیتا ہے اس

نقد اور حقیقی مزدوری

عام طور پر سکہ کی صورت میں ہی مزدوری دی جاتی ہے۔ جو کچھ مزدوری کسی مزدور کو روپیہ پیسہ یا سکہ کی صورت میں ملتی ہے۔ اسے نقد مزدوری کہتے ہیں۔ یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ سکوں کے ذریعہ ضروریات کی سیدھے طور پر سے تسکین نہیں کی جاسکتی۔ سکہ کو صرف تبادلہ کا ایک ذریعہ ہے۔ اس ہے دیگر اشیار خریدی جاسکتی ہیں۔ بس مزدوروں کے واسطے جو اہم بات ہے وہ یہ نہیں کہ انہیں کتنی نقد مزدوری ملتی ہے۔ بلکہ یہ کہ نقد مزدوری کے بدلہ میں کتنی دیگر اشیار اور خدمات حاصل ہو سکتی ہیں۔ بہ الفاظ دیگر مزدور کے لئے نقد مزدوری کی خود کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ نقد مزدوری کو وہ اس واسطے منظور کرتا ہے کہ اس کے عوض میں وہ آسانی سے اپنی خواہش کے مطابق اشیار خرید سکتا ہے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ مزدوروں کی اقتصادی حالت نقد مزدوری پر نہیں بلکہ حقیقی مزدوری پر منحصر ہے حقیقی مزدوری سے مطلب ان تمام اشیار اور خدمات سے ہے جو ایک مزدور کو اس کے کام کے عوض میں حاصل ہوتی ہیں۔ مختلف کاموں میں سے

کچھ مل سکتا ہے۔ جیسے کاشت سے متعلق مزدوری کے علاوہ سستا گھی۔ مکھن وغیرہ مل جاتا ہے۔ اس طرح کانوں میں کام کرنے والوں کو سستا کوئلہ اور مچھیروں کو مچھلیاں مل جاتی ہیں۔ بعض کام ایسے ہیں جہاں میعاد ختم ہونے پر پنشن ملتی ہے۔ حقیقی مزدوری کا اندازہ لگاتے وقت ہمیں اس قسم کے سب منافعوں کی گنتی کرنی پڑے گی۔

۳۔ کام کی صورت } کام کی صورت بھی خاص اہمیت رکھتی ہے۔ بعض کام بہت ہی مشکل اور خطرناک ہوتے ہیں۔ جن کے کرنے میں جسم اور دماغ پر بہت اثر پڑتا ہے۔ چوٹ لگ جانے کا ڈر رہتا ہے۔ اور طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا پڑتا ہے۔ ان وجوہات سے مزدوری کے عمل کرنے کی میعاد کم ہو جاتی ہے۔ پھر بعض کام ایسے بھی ہیں جو بہت گندے اور برے بھی ہوتے ہیں۔ جیسے مہتر اور قصائی کے کام۔ ایسے پیشوں میں حقیقی مزدوری کم ہوتی ہے۔ پیشہ کے اچھا ہونے سے حقیقی مزدوری زیادہ ہو جاتی ہے۔

۴۔ کام کا مقرر ہونا } حقیقی مزدوری کی گنتی کرتے وقت کام کے مستقل ہونے کا دھیان رکھنا بھی ضروری ہے۔ بعض پیشوں

ان میں حقیقی مزدوری کم ہوتی ہے۔

ع۷ کام سیکھنے کا وقت اور خرچ } بعض پیشوں میں جیسے ڈاکٹری انجینئرنگ وغیرہ میں بہت لمبی اور مہنگی تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسری طرف کھودنے کا کام اینٹیں۔ ڈھونے کا کام وغیرہ ایسے پیشے ہیں۔ جن میں کسی خاص تعلیم کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مزدور چھوٹی عمر سے ہی ان کاموں کو کرنے لگ جاتے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر کے واسطے یہ ممکن نہیں ہے حقیقی مزدوری کا اندازہ لگاتے وقت اس بات کا دھیان رکھنا ضروری ہے۔

ع۸ تجارت کے متعلق خرچہ } بعض پیشوں میں دوسروں کے مقابلہ میں تجارت کے متعلق خرچہ زیادہ ہوتا ہے۔ وکیلوں کو پورا دفتر رکھنا پڑتا ہے۔ کتابیں خریدنی پڑتی ہیں۔ اور کچہری میں ایک خاص پوشاک میں حاضر ہونا پڑتا ہے۔ کارخانہ میں کام کرنے والے مزدوروں کو ان سب کی کوئی ضرورت نہیں۔ حقیقی مزدوری کا پتہ لگاتے وقت نقد مزدوری میں سے اس قسم کے خرچے گھٹ جاتے ہیں۔

ع۹ کام کرنے کے گھنٹے } اس سلسلہ میں روزانہ کام کرنے کے گھنٹے اور

غور کریں گے پہلے یہ کہ مزدوری کیسے مقرر کیجاتی ہی
اور دوسرے مزدوروں کی مزدوری میں اتنا
فرق کیوں ہوتا ہے۔ پہلے مزدوری مقرر کرنے کو
ہی لے لیجیئے۔

عالمان معاشیات کے مختلف اوقات میں
مزدوری مقرر کرنے کے مختلف اصول قائم کیئے
ہیں۔ ان میں سے خاص مندرجہ ذیل ہیں۔

گذارہ زندگی مزدوری اصول۔ اصول نقد
مزدوری اور اصول انتہائی پیداوار ان کے غیر
واجب ثابت ہونے کی وجہ سے اب ان کا مقام
موجودہ اصول نے لیا ہے۔ جسے مزدوری کی
طلب اور اصول رسد کہتے ہیں۔ مزدوری کے
تعین کا اصول بالکل ویسا ہی ہے۔ جیسے کہ قیمت کے
تعین کا اصول ہے۔ اس اصول کے مطابق اشیاء
کی قیمت کی طرح مزدوری بھی محنت کی طلب اور
اس کی رسد کے آپسی اثر کے نتیجہ کے طور پر مقرر
ہوتی ہے۔ مزدوری اس مقام پر مقرر ہوتی ہی
جہاں مزدور کی طلب اور رسد برابر ہوتی ہے
اگر مزدور کی طلب۔ رسد یا تسکین سے زیادہ ہے

اسے ایسا کرنے میں منافع ہوگا۔ یہ منافع مزدور کی قوت اور اس کی مزدوری پر منحصر ہے۔ اگر پیداوار مزدوری سے زیادہ ہے۔ تو پیداوار کرنے والے کو مزدوروں کے بڑھانے میں فائدہ ہوگا۔ لیکن یہ حالت برابر ہی نہیں رہ سکتی کیونکہ یہ تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ اگر پیداوار کے دیگر ذرائع ویسے ہی رکھے جاویں۔ اور کسی خاص ذریعہ کی تعداد متواتر بڑھائی جاوے۔ تو ایک حالت کے بعد اصول تقلیل پیداوار کا اصول لاگو ہونے لگتا ہے۔ یعنی اس ذریعہ کی انتہائی پیداوار آہستہ آہستہ کم ہونے لگتی ہے اس واسطے اگر پیداوار کرنے والا مزدوروں کی تعداد بڑھاتا جاوے گا تو اسے بھی اس بات کا تجربہ کرنا پڑے گا۔ مزدوری کی انتہائی پیداوار کچھ وقت کے بعد گھٹنے لگے گی۔ آگے چل کر ایک ایسی حالت بھی آئے گی جب کہ انتہائی پیداوار آہستہ آہستہ گھٹتے گھٹتے مزدوری کے برابر ہو جائے گی اگر پیداوار کرنے والے کو ہر بات کا پورا پورا علم ہے تو وہ اس حد کے بعد اور مزدوروں کو کام میں نہ لگائے گا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے انتہائی پیداوار ..... مزدوری سے کم ہو جاوے گی جس سے پیداوار کنندہ کو نقصان ہوگا۔ جس مزدور کو

ہر ایک مزدور کام کرنے کو تیار رہے۔ اور ان کے کام کرنے کی تیزی بھی گنتی کی جاتی ہے۔ جس طرح پیداوار کی لاگت وہ حد مقرر کرتی ہے۔ جس سے کم اشیاء کی قیمت سیدھے طور سے نہیں ہو سکتی اسی طرح مزدوروں کا معیار زندگی یا سطح کے اندر ہم ان سب ضروری آرام اور عیش کی اشیاء شامل کرتے ہیں۔ جن کے صرف کا وہ عادی ہو گیا ہے۔ عام طور پر کوئی بھی مزدور ایسی مزدوری منظور کرنے کو تیار نہ ہو گا۔ جس سے اس کا معیار زندگی نہیں بنا رہ سکتا۔ اس لئے مزدور کی رسد کی طرفداری میں ایک کم از کم حد ہے جس سے نیچے مزدوری نہیں جا سکتی۔ یہ حد مزدور کے معیار زندگی کے ذریعہ مقرر ہوتی ہے۔

طلب اور رسد کا باہمی اثر } اگرچہ بہت سی باتوں میں مزدوری دیگر اشیاء کے برابر ہے۔ پھر بھی مزدور کی رسد میں بعض ایسی خصوصیات ہیں جن سے اس میں اور دیگر اشیاء کی رسد میں کافی فرق ہے۔ مزدوری کے باب میں ہم ان خصوصیات کا تذکرہ کر چکے ہیں مزدوری کے بارہ میں طلب اور رسد کے اصولوں کا استعمال کرتے وقت ان خصوصیات کو مد نظر

رکھنا ضروری ہے۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ طلب کے سلسلہ میں انتہائی پیداوار مزدوری کی اونچی سے اونچی حد مقرر کرتی ہے۔ اور رسد کے سلسلہ میں معیار زندگی کم از کم حد مقرر کرتا ہے۔ مزدور اور پیداوار کنندہ کے باہمی سودا کرنے کی قوت کے مطابق انہیں دونوں حدود کے درمیان میں مزدوری مقرر ہوتی ہے۔ اگر پیداوار کنندہ کے سودا کرنے کی قوت زیادہ ہے۔ تو مزدوری کم از کم حد کی طرف چلے گی۔ اور اگر مزدور کے سودا کرنے کی قوت سنگھ یا دیگر کسی وجہ سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ تو مزدوری اونچی سے اونچی حد کے قریب ہوگی لیکن عموماً پیداوار کنندہ کے مقابلہ میں مزدوروں کے سودا کرنے کی قوت کم ہوتی ہے۔ اس لئے مزدوری عموماً معیار زندگی کے ذریعہ کم از کم حد کے قریب ہی ہوتی ہے۔

مزدوری میں فرق ابھی تک ہم اس سوال پر غور کر رہے تھے۔ کہ مزدوری کیسے مقرر ہوتی ہے۔ اب ہمارے سامنے ایک اور سوال ہے۔ جس پر غور کرنا از حد ضروری ہے۔ وہ ہے مزدوریوں میں فرق۔ ہم دیکھتے ہیں

ع۴ مزدوری کے فرق پر کسی پیشے کے پسندیدہ اور ناپسندیدہ ہونے کا بھی اثر پڑتا ہے سب کام برابر پسندیدہ نہیں ہوتے۔ طبیعت کے موافق نہیں ہوتے۔ کچھ کام تو بہت ہی خطرناک اور غیر مستقل ہوتے ہیں۔ زیادہ رخصتوں والے۔ باعزت محفوظ اور مستقل پیشوں کے مقابلہ میں ایسے غیر موافق پیشوں میں مزدوری زیادہ ہو گی۔ اگر ایسا نہ ہو تو مزدور ان خطرناک اور غیر موافق پیشوں کو کرنا کیوں پسند کریں گے۔ لیکن عموماً یہ دیکھا گیا ہے۔ کہ گندے پیشوں میں مزدوری بہت کم ہوتی ہے جیسے ہندوستان میں بھنگی کا کام اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کام کے کرنے کے لئے کسی خاص قابلیت یا تعلیم کی ضرورت نہیں پڑتی اور کام کرنے والوں کی تعداد بہت ہوتی ہے۔ کیونکہ ہندوستانی سوسائٹی کی رسومات ایسی ہیں کہ دیگر دھندوں میں جانے کے لئے بھنگیوں کو مختلف مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے ان کی مزدوری کم ہوتی ہے۔

ع۵ اس کے علاوہ کچھ دھندوں میں دوسرے دھندوں سے زیادہ تنظیم ہونے کی وجہ سے مزدوروں کو زیادہ مزدوری ملتی ہے۔ تنظیم کے ذریعہ سے

کرنے کی روک لگادی ہے ۔ نتیجہ کے طور پر مزدور عورتوں کو تھوڑے سے دھندوں پر منحصر رہنا پڑتا ہے ۔ اس مختصر میدان عمل میں عورتوں میں آپس میں زیادہ مباحثہ ہونے کی وجہ سے مزدوری کم ہو جاتی ہے ۔ تیسرے زیادہ تر عورتیں مستقل طور پر مزدوری نہیں کرتیں ۔ وہ صرف کچھ وقت تک کے لیئے ہی کام کرتی ہیں ۔ اور شادی وغیرہ ہو جانے پر ملازمت ترک کر دیتی ہیں اس وجہ سے وہ زیادہ مزدوری والے دھندوں کے واسطے زیادہ تر تعلیم حاصل کرنے کو تیار نہیں ہوتیں ۔ اور نہ کارخانہ دار ہی انھیں اس قسم کے کام دینے کے لیئے تیار ہوتے ہیں ۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ عورتیں مستقل طور پر کام نہیں کریں گی ۔ اس لیئے انہیں اس قسم کے کام سپرد کیئے جاتے ہیں جو آسانی سے سیکھے اور کیئے جا سکتے ہیں اور جن کے رکنے سے سارے کام کو کوئی خاص دھکا نہیں لگتا ۔ نتیجہ کے طور پر کم مزدوری ملتی ہے ۔

چوتھے عموماً عورتوں کی ذمہ داریاں مردوں سے کم ہوتی ہیں ۔ اکثر انہیں صرف اپنا ہی پالن کرنا پڑتا ہے ۔ اور کبھی کبھی وہ اس ذمہ داری سے بھی بری ہوتی ہیں ۔ اس لیئے وہ کم مزدوری بھی منظور

لیکن زیادہ وقت تک یہ بات نہیں چل سکتی۔ متواتر گھنٹوں تک کام کرنے سے مزدوروں کی قوتِ عمل گر جاتی ہے۔ کام کرتے وقت انہیں سستی اور نیند گھیرے رہتی ہے۔ اس وجہ سے پیداوار میں خامیاں آنے لگتی ہیں۔ اور ساتھ ساتھ کام کرنے کی رفتار بھی کم ہو جاتی ہے۔ ان سب باتوں کا اثر کارخانہ دار کے لئے برا ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ سوچنا کہ کم مزدوری دینا یا زیادہ وقت تک کام لینا سستا پڑتا ہے بھول ہے۔ ایک حد تک مزدوری بڑھانے سے مزدوروں کی قابلیت میں اس حساب سے زیادہ ترقی ہوتی ہے۔ قوتِ عمل میں ترقی ہونے سے کل پیداوار کی تعداد تیزی سے بڑھنے لگتی ہے۔ اس وجہ سے اونچی مزدوری دینے پر بھی مزدور مہنگے نہیں پڑتے۔ کیونکہ کام صاف اور زیادہ ہونے لگتا ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ کے مل مزدوروں کو ہندوستانی مزدوروں کی نسبت چار گنی مزدوری ملتی ہے۔ پھر بھی وہ مہنگے نہیں ہیں جہاں پر قیمتی مشین استعمال کی جاتی ہے۔ یا کام کی صفائی زیادہ ضروری ہے۔ وہاں پر اونچی مزدوری دینا خصوصاً مفید ہوتی ہے۔

ہے مراد اس ساری رقم سے ہے۔ جو ادھار لینے والا پونجی کے عوض دیتا ہے۔ اس میں کئی چیزوں کا عوض ملا رہتا ہے۔ خصوصاً سود در سود میں مندرجہ ذیل باتیں شامل ہوتی ہیں۔

عا سادہ سود } جو کچھ صرف پونجی کی خدمات کے عوض میں دیا جاتا ہے۔

عا جوکھم خرچ } جب کوئی شخص اپنی پونجی دوسروں کو ادھار دیتا ہے تو اسے کچھ جوکھم اٹھانا پڑتا ہے۔ اس وجہ سے سود کی درسے کرتے وقت اس کا پورا پورا دھیان رکھتا ہے۔ جوکھم دو قسم کی ہو سکتی ہیں۔ عا ذاتی اور عا تاجرانہ، ذاتی جوکھم ادھار لینے والے شخص سے تعلق رکھتا ہے۔ قرض دینے والے کو یہ خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں ادھار لینے والا بے ایمانی نہ کر بیٹھے اور اس طرح اس کی پونجی خطرہ میں نہ پڑ جائے یا اُسے مقررہ سود نہ مل سکے۔ اس واسطے جتنا زیادہ ذاتی خطرہ ہوتا ہے۔ اتنا ہی زیادہ سود ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مقروض چاہے سچا اور ایماندار ہو لیکن جس دھندے میں اس نے ادھار کی ہوئی پونجی لگا رکھی ہو وہ نہایت غیر مستقل ہو اس میں برابر اتار چڑھاؤ ہوتا ہو جیسے سٹہ بازی کا کاروبار۔ ان غیر معین کاموں میں لگی ہوئی پونجی کے محفوظ رہنے میں کافی خطرہ رہتا ہے

مندرجہ بالا باتوں سے سادہ سود اور کل سود کا فرق صاف ہے۔ کل سود کا دائرہ سادہ سود کے حلقہ سے کہیں زیادہ ہے۔ سادہ سود کل سود کا صرف ایک حصہ ہے۔ اس کے علاوہ کئی دیگر باتوں کا ماحصل کل سود میں شامل رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سادہ سود کی در کم ہونے پر بھی کل سود زیادہ ہوتا ہے۔

سود کی شرحوں میں اختلاف

سود کی شرحوں میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ سرکار کو صرف دو یا تین فیصدی پر روپیہ مل جاتا ہے لیکن گاؤں میں کسانوں کو ۱۵ فیصدی کے کم سود پر قرضہ لینا مشکل ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی تو انہیں سو فیصدی سے بھی زیادہ سود دینا پڑتا ہے۔ سود کی شرحوں میں اس قدر فرق کیوں ہوتا ہے سب سے پہلے یہ مان لینا ضروری ہے کہ یہ فرق زیادہ تر کل سود کی شرحوں میں پایا جاتا ہے اگر مقابلہ کا زور ہے تو سادہ سود کی شرحوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہو سکتا ان میں برابری کی رغبت ہوتی ہے۔ لیکن کل سود کی شرحوں میں اس قسم کی رغبت دکھائی نہیں دیتی۔ مختلف اوقات اور مختلف مقامات پر کل سود میں کافی فرق ہوتا ہے۔ اس کی

کو اس خطرہ کے علاوہ دیگر مشکلات بھی اٹھانی پڑتی ہیں۔ لہٰذا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ کسانوں کو اتنا زیادہ سود دینا پڑتا ہے۔

مسائل سود } سود کے مسائل میں سے یہاں ہم صرف تین پر ہی غور کریں گے۔

عا سود لینا چاہیئے یا نہیں عا سود کیوں دیا اور مانگا جاتا ہے۔ عا سود کی شرح کیسے مقرر ہوتی ہے۔ یہ تینوں سوال ایک دوسرے سے متعلق ہیں۔ ان کا الگ الگ مطالعہ صرف آسانی کے واسطے ہی کیا جا رہا ہے۔

عا سود لینا چاہیئے یا نہیں؟ خصوصاً یہ ایک اخلاقی سوال ہے پھر بھی اس کا ایک اقتصادی پہلو ہے۔ اس وجہ سے معاشیات کے اندر اس سوال پر غور کیا جا سکتا ہے۔ پرانے زمانہ میں سود لینا برا سمجھا جاتا تھا۔ کہیں کہیں مذہب کی طرف سے سود لینا منع بھی ہے۔ لوگ سود کے خلاف کیوں تھے اس کا سمجھنا مشکل نہیں ہے۔ پرانے زمانہ میں پیداوار کا طریقہ آسان اور سیدھا تھا۔ تجارت اور صنعت کا دائرہ بہت ہی محدود تھا۔ اس وجہ سے صنعت میں منافع کی نگاہ سے پونجی کے استعمال کرنے کا دائرہ بہت ہی محدود تھا۔ پونجی زیادہ تر استعمال کے واسطے ہی لی جاتی تھی جب کسی پر اقتصادی

مشکل آپڑتی اور زندگی کے متعلق ضروریات کو پورا کرنا مشکل ہو جاتا تو وہ دوسروں سے رقم ادھار لیکر اپنے جسم اور جان کی حفاظت کرتا تھا۔ ایسی حالت میں اقتصادی مصیبتوں سے دکھی آدمیوں سے سود لینا حقیقت میں ٹھیک نہ تھا۔ اس لئے پہلے سود لینے کا رواج نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

اب پرانی جیسی حالت نہیں رہی۔ سائنٹفک ترقی کے اثر سے پیداوار کا سارا ڈھانچہ ہی بدل گیا ہے کاشت کاری، تجارت، صنعت، رسل و رسائل وغیرہ سبھی اقتصادی حلقوں میں زبردست تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ پیداوار بڑے پیمانہ پر کارخانوں میں ہونے لگی ہے جہاں طرح طرح کی مشینوں سے کام لیا جاتا ہے۔ صنعتوں کی تعداد برابر بڑھتی جارہی ہے تجارت نے مقامی صورت چھوڑ کر بین الاقوامی صورت اختیار کرلی ہے۔ ان سب وجوہات سے موجودہ اقتصادی دنیا میں پونجی کا مقام بہت اونچا ہو گیا ہے۔ موجودہ پیداوار کا یہ ایک خاص ذریعہ ہے۔ اب پونجی خاص کر پیداوار کے کام میں لگانے کے واسطے لی جاتی ہے اس کی مدد سے دولت پیدا کرنے میں بہت زیادتی ہوتی ہے اس زیادتی کا ایک حصہ پونجی دینے والے کو سود کی شکل میں دینا مناسب ہی ہے۔ پونجی جمع کرنے

میں ایک سادہ آدمی کو اپنے موجودہ آرام کا کچھ حصہ تک چھوڑنا پڑتا ہے۔ پھر وہ اپنی جمع شدہ پونجی سے خود فائدہ نہ اٹھا کر دوسروں کو ادھار دیتا ہے۔ کیا یہ ٹھیک نہیں کہ اس کی پونجی کے بدلے جس کے لئے اسے خود اپنی غرض کو دور کرنے کا فی انتظار کرنا پڑتا ہے اور جس کی مدد سے فائدہ میں زیادتی ہوتی ہے۔ کچھ رقم سود کی شکل میں دی جاوے۔ یہی نہیں اگر سود نہیں دیا جاتا تو پونجی اکٹھا کرنے کی خواہش کم ہو جائے گی۔ پونجی کے اس طرح کی کمی ہونے کی وجہ سے معاشی ترقی رک جائے گی۔ اس لئے اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ پونجی کی تعداد بڑھے تو سود دینا ضروری ہے۔ اس سے پونجی اکٹھی کرنے میں کافی مدد ملتی ہے۔ موجودہ زمانے سود لینے کے خلاف نہیں ہے۔ اور نہ یہ کام اب نفرت کی نگاہ سے ہی دیکھا جاتا ہے۔

قرض دہندہ سود کیوں مانگا اور دیا جاتا ہے؟ ہم کو یہ بخوبی معلوم ہے کہ پونجی کے استعمال سے بہت سے فوائد ہوتے ہیں۔ یعنی پونجی میں پیداوار کا کچھ حصہ قرض دہندہ کو نہیں ملتا تو وہ اپنی پونجی دوسروں کو دینے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ وہ فوراً اسے کام میں لا کر فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک دوسرا

اپنی پونجی دیتا ہے تو سود مانگتا ہے۔ ایسا کرنے سے خود فائدہ اٹھانے کا حق جاتا رہتا ہے۔ دوسرے ایسے پونجی اکٹھا کرنے میں کچھ تیاگ کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ بچے ہوئے روپیہ کو خرچ کرنے سے اسے کچھ فائدہ ضرور حاصل ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اس طرح فوائد چھوڑنے کے بدلے میں وہ سود مانگتا ہے۔ مقروض بھی انہیں باتوں کو دھیان میں رکھتے ہوئے سود دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ پونجی میں پیداوار کرنے کی قوت ہے جس کی وجہ سے استعمال سے زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے اس بات کا بھی انہیں علم ہوتا ہے کہ پونجی اکٹھا کرنے اور ادھار دینے میں کافی مشکلات ہوتی ہیں۔ اس لئے جب تک لوگوں کو کچھ معاوضہ نہ دیا جاوے گا۔ تب تک وہ اس قسم کی شکل برداشت کرنے کے لئے تیار نہ ہونگے۔ اس لئے سود مانگنے اور دیئے جانے کی وجوہات صاف ہیں۔

۳۔ سود کی شرح کیسے مقرر ہوتی ہے؟ سود ایک طرح سے پونجی کی خدمت کا عوض ہے۔ اور قیمتوں کی طرح پونجی کی بھی قیمت یعنی سود مانگ اور اس کے پورا ہونے کے ذریعہ سے مقرر ہوتا ہے۔ جس مقام پر مانگ اور پورا ہونے کی برابری ہوگی وہیں پر سود کی شرح مقرر ہوگی

جیسا کہ پہلے جا چکا ہے پونجی کی مقدار بچت کرنے کی قوت اور خواہش پر منحصر ہے۔ پونجی کے باب میں یہ بھی مطالعہ کیا جا چکا ہے کہ کن کن باتوں کا اثر بچت کی قوت اور خواہش پر پڑتا ہے۔ ان کا یہاں دوہرانا ضروری نہیں ہے۔ یہ تو صاف ہے کہ پونجی بچت کے ذریعہ جمع کی جاتی ہے۔ اور بچت کرنے وقت آدمی کو موجودہ آسائش کو مستقبل کے واسطے ٹالنا پڑتا ہے۔ لہذا جب کوئی آدمی بچت کے ذریعہ جمع شدہ اپنی پونجی کو دوسروں کو ادھار دیتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ موجودہ شے کو مستقبل کی شے سے تبدیل کر رہا ہے۔ لیکن آدمی مستقبل کے مقابلہ میں حال کو زیادہ چاہتا ہے۔ وہ موجودہ ضروریات پر زیادہ زور دیتا ہے۔ مستقبل کی چیزیں اسے چھوٹی دکھائی دیتی ہیں۔ "نو نقد نہ تیرہ ادھار" کی کہاوت اس بات کو ثابت کرتی ہے۔ اس لئے پونجی دینے وقت انسان کو موجودہ خواہشات کو قربان کرنا پڑتا ہے عام طور پر کوئی بھی شخص کسی لالچ یا عوض کی امید کے بغیر اس قسم کی قربانی کرنے کو تیار نہ ہوگا۔ پونجی کے جمع کرنے اور دینے میں جو اس طرح کی قربانی کرنی پڑتی ہے۔ اسے پونجی کی لاگت کہہ سکتے ہیں۔ اگر سود اس لاگت سے کم ہے تو پیداوار کے کاموں

کے لئے کافی مقدار میں پونجی نہ مل سکے گی۔ دوسرے لفظوں میں جس طرح پیداوار کے مصارف قیمت کی کم سے کم حد مقرر کرتے ہیں اسی طرح سود کی کم سے کم حد بچت کی لاگت کے ذریعہ مقرر ہوتی ہے۔

اب پونجی کی مالیت کو لیجئے۔ پونجی کی مانگ اس کی قوت پیداوار یعنی افادیت کے ذریعہ ہوتی ہے۔ کارخانہ دار و بیوپاری وغیرہ دیگر اشخاص پونجی کی مانگ کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کے استعمال سے ان کو زیادہ فائدہ ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ پونجی کی خدمات کے بدلے میں سود کی شکل میں کچھ دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ کوئی شخص پونجی کی کتنی مقدار کام میں لائے گا یہ اس کی انتہائی پیداوار اور سود کی شرح پر منحصر ہے اگر انتہائی پیداوار زیادہ ہے تو پونجی کی مقدار بڑھانے سے اسے فائدہ ہوگا۔ اس وجہ سے وہ اور زیادہ پونجی کو کام پر لگائے گا۔ لیکن دیگر سب باتیں برابر رہنے پر ایسا کرنے سے پونجی کی محدود پیداوار ایک حد کے بعد بالترتیب گرتی جائے گا۔ اس لئے ایک خاص مقام پر پہونچ کر وہ پونجی کی اکائیوں کو کام میں نہ لائے گا۔ کیونکہ ان کی وجہ سے جو کل پیداوار میں فائدہ ہوگا اس سے زیادہ اسے سود دینا پڑے گا۔ کل پیداوار میں جو کسی ایک اکائی کے استعمال کرنے سے زیادتی ہوتی ہے

اسے محدود پیداوار کہتے ہیں۔ اس لئے اس بات کو اس طریقہ سے بھی کہا جا سکتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ سود جو پونجی کی کسی اکائی کے لئے کوئی آدمی دے سکتا ہے وہ اس اکائی کے محدود پیداوار کے برابر ہوگا۔ چونکہ سب اکائیاں برابر ہوتی ہیں اس لئے پونجی کا زیادہ سے زیادہ سود محدود پیداوار کے برابر ہو سکتا ہے۔ محدود پیداوار سے زیادہ سود ہونے پر کوئی گاہک پونجی کی خدمات کو خریدنے کے واسطے تیار نہ ہوگا۔

اس طرح غور کرنے سے سود کے متعلق ہمیں دو حدود ملتی ہیں۔ ایک تو کم سے کم حد جو بچت کی لاگت کے ذریعہ مقرر ہوتی ہے۔ اور دوسری زیادہ سے زیادہ اونچی حد جو پونجی کی محدود پیداوار سے مقرر ہوتی ہے۔ پونجی کے پورا ہونے اور طلب کے آپسی اثر سے سود کی در انہیں دونوں حدوں کے درمیان مقرر ہوتی ہے۔ اگر پونجی کی مانگ پورا کرنے سے زیادہ ہے تو سود شرح اونچی ہوگی اور پونجی کی طلب اور پورا ہونے میں تبدیلی ہونے سے سود کی در میں بھی تبدیلی ہوگی اور آخر میں سود کی شرح وہاں پر مقرر ہوگی جہاں طلب اور پورا ہو سکنے کی طاقت میں یکسانیت آجائے گی۔

معاشی ترقی کا سود پر اثر } ترقی کا اثر پونجی کی مقدار اور طلب پر پڑتا ہے اور

اس کے نتیجہ کے طور پر سود کی شرح بھی اثر پذیر ہوتی ہے۔ ترقی کے ساتھ ساتھ انسان کی ضروریات بھی تیزی سے بڑھتی جاتی ہیں۔ ان کے پورا کرنے کے لئے نئی نئی صنعتیں شروع کی جاتی ہیں۔ تجارت کا دائرہ اور بڑھ جاتا ہے۔ ان سب کاموں کو کامیابی سے کرنے کے لئے زیادہ پونجی کی ضرورت پڑتی ہے پونجی کی طلب میں اس طرح سے بڑھوتری ہونے سے سود کی شرح بھی بڑھنے لگتی ہے۔ لیکن ترقی کے اثر سے پونجی میں بھی ترقی ہونے لگتی ہے۔ تجارت صنعت وغیرہ حلقوں میں ترقی ہونے سے ملک میں دولت بڑھ جاتی ہے۔ اس وجہ سے لوگوں میں بچت کرنے کی طاقت زیادہ ہو جاتی ہے۔ خواہش بچت بھی تیز ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ترقی کی حالت میں دور اندیشی وغیرہ کے اوصاف آجاتے ہیں۔ نتیجہ کے طور پر پونجی کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ اس کے اثر سے سود کی در گرنے لگتی ہے۔ اس لئے سود پر ترقی کا اثر معلوم کرنے کے لئے ہمیں یہ پتہ لگانا ہوگا۔ کہ پونجی کی مقدار اور طلب میں کس شرح سے ترقی ہوتی ہے۔ اگر طلب کے بڑھنے کی شرح زیادہ ہے تو سود اونچا ہوگا۔ اور اگر پورتی کے بڑھنے کی شرح زیادہ ہے تو سود کی شرح نیچی ہوگی۔ بہت سے عالموں کا یہ خیال ہے کہ طلب کے مقابلہ میں پورا ہونے میں زیادہ ترقی ہوتی ہے۔ اس

لئے ترقی کی حالت میں سود کی شرح نیچے گرنے لگتی ہیں۔ لیکن کیا گرتے گرتے سود کی شرح صفر کے برابر رہ جائیگی؟ یہ تبھی ممکن ہے۔ جب لوگ بغیر عوض کی امید کے بچت کرنے لگیں اور پونجی کی فائدہ مند مقامات پر کوئی ضرورت نہ رہ جائے۔ یعنی یہ حالت تبھی پیدا ہو سکتی ہے۔ جب پونجی اتنی زیادہ ہو جائے کہ اُس کی محدود پیداوار صفر ہو جاوے۔ ایسی حالت کا اندازہ تو لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن اصل زندگی میں اس حالت تک پہونچنا ناممکن سا ہی ہے۔ ضروریات انسانی کی کوئی حد نہیں اس لئے پونجی کے فائدہ مند استعمال کی بھی کوئی حد نہیں جب تک یہ بات ہے تب تک سود کی در صفر نہیں ہو سکتی

باب ۳۴

لگان

لگان کا مطلب عام بول چال میں لگان کا مطلب اس رقم سے ہے جو کسان ہر سال زمین کے مالک کو دیتا ہے۔ اس لگان کے اندر زمین کے عوض کے علاوہ زمین میں لگی ہوئی اصل رقم

کا سود اور زمین کے مالک کا خاص منافع بھی شامل ہے لیکن لگان لفظ کو معاشیات میں اس طریقہ سے استعمال نہیں کیا جاتا۔ زمین کی عارضی اور برباد نہ ہونے والی قوت پیداوار کے استعمال کے نتیجہ کے طور پر جو کچھ دیا جاتا ہے یا پیدا ہوتا ہے اسے معاشیات میں لگان کہتے ہیں۔ صرف زمین کے عوض کو ہی لگان کہتے ہیں اس پر لگی ہوئی پونجی اور مزدوری کے بدلے جو کچھ دیا جاتا ہے اسے لگان میں شامل نہیں کریں گے۔

لگان کے متعلق باتوں کو اچھی طرح سمجھنے کیلئے زمین کی خصوصیات کو دھیان میں رکھنا ضروری ہے زمین میں سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا دائرہ جتنا ہے اتنا ہی رہے گا اس میں کمی زیادتی نہیں ہو سکتی چاہے زمین کی قیمت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو جاوے دیگر ذرائع کی تعداد قیمت کے مطابق کم زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ دوسرے زمین سب مقامات پر یکساں زرخیز نہیں ہے کہیں زمین بہت زرخیز ہے کہیں کم تیسرے زمین کی حالت میں بھی کافی فرق ہوتا ہے۔ کچھ مقامات پر زمین کی حالت بہت اچھی ہوتی ہے وہاں سے پیداوار کو آسانی سے اور کم خرچ پر منڈیوں میں لایا جا سکتا ہے کچھ کی حالت اتنی خراب ہوتی ہے کہ وہاں تک پہنچنا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ زمین کے زرخیز ہونے اور اس کی

مقامیت کا لگان پر خاص اثر پڑتا ہے۔ زرخیز اور اچھی مقامیت والی زمین کا لگان زیادہ ہوتا ہے۔

ریکارڈوں کا لگان کے متعلق اصول کیا ہے؟

یہ کیسے پیدا ہوتا ہے اور کس طرح یہ مقرر کیا جاتا ہے ان سب باتوں پر ریکارڈو کا اصول لگان مناسب روشنی ڈالتا ہے۔ اگرچہ موجودہ عالمان معاشی نے اس اصول میں کئی خامیاں پائی ہیں اور کہیں پر اس میں ترمیم بھی کی گئی ہے۔ پھر بھی اس کا بہت اثر ہے۔ لگان کے متعلق موجودہ خیالات کا یہ مرکز ہے۔ اس لئے مختصراً اس اصول کا نیچے ذکر کیا جاتا ہے۔

ریکارڈوں کے کہنے کے مطابق فرض کر لیجئے انسان کا ایک جھنڈ ایک نئے ملک میں آباد ہونے کے لئے جاتا ہے وہ سب سے پہلے سب سے زرخیز زمین کے ٹکڑوں پر کاشت کریں گے۔ جب تک یہ زمین زیادہ رہے گی اور جو چاہے گا اسے آسانی سے مل سکے گی تب تک زمین کے بدلے میں کوئی بھی کچھ دینے کے واسطے تیار نہ ہوگا۔

ایسی حالت میں لگان کا کوئی سوال نہ اٹھے گا۔ آبادی میں بڑھوتری ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ زرخیز زمین کے باقی حصوں میں بھی کاشت ہونے لگے گی۔ فرض کر لو

اس مقام کی آبادی اور بڑھ جاتی ہے یا باہر سے لوگ آجاتے ہیں اس کے نتیجہ کے طور پر اشیاء خوردنی کی طلب بڑھ جائے گی۔ چونکہ پہلے درجہ کی زمین اب خالی نہیں ہے اس لئے کم زرخیز زمین کام میں لائی جانے لگے گی۔ اتنے ہی خرچ سے اس زمین میں کم پیداوار ہوگی کیونکہ پہلے درجہ کی زمین کے مقابلہ میں وہ کم زرخیز ہے مثال کے طور پر مان لو کہ درجہ اول کی زمین پر ایک خاص رقم خرچ کرنے سے ۳۵ من گیہوں پیدا ہوتا ہے اور اتنے ہی خرچ سے دوسرے نمبر کی زمین پر صرف تیس من گیہوں پیدا ہوتا ہے۔ منڈی میں گیہوں کی قیمت ایک ہوگی۔ چاہے وہ کسی زمین میں پیدا ہوا ہو اس کی قیمت کم از کم اتنا ہونا پڑے گا جس سے دوسرے نمبر کی زمین کی لاگت کا خرچ نکل آئے یا اس زمین پر گیہوں پیدا نہ کیا جائے گا۔ ایسی حالت میں درجہ اول والی زمین پر ۵ من کی بچت ہوگی کیونکہ دونوں زمینوں کی لاگت خرچ برابر ہے۔ اس بچت کو معاشی لگان کہتے ہیں۔ چاہے وہ کھیتی کرنے والے شخص کی جیب میں رہے یا زمین کے مالک کو دیدی جاوے۔ یہ بچت اچھی زمین کی زیادہ پیداوار کی وجہ سے ہوتی ہے درجہ دوم کی زمین پر کوئی بچت نہیں ہے۔ اس زمین پر جو کچھ پیداوار ہوتی ہے اسی میں سے خرچہ پیداوار نکل آتا ہے

سے کچھ باقی نہیں بچتا۔ لہذا اس پر کوئی معاشی لگان نہیں ہوگا۔ ایسی زمین کو محدود زمین یا بغیر لگان کی زمین کہتے ہیں۔ اگر آبادی اور بڑھتی ہے۔ تو تیسرے درجہ کی زمین پر دوسرے نمبر والی زمین سے بھی کم پیداوار ہوگی۔ اب قیمت کو اس زمین کی لاگت خرچ کے برابر ہونا پڑے گا۔ ورنہ اس پر کاشت نہ ہوگی۔ ایسا ہونے پر درجہ دوم والی زمین پر بچت ہونے لگے گی اور درجہ اول والی زمین کی بچت اور زیادہ ہو جاوے گی اس طرح جیسے جیسے کم زرخیز زمین پر کاشت ہونے لگے گی معاشی لگان کا دائرہ بڑھتا جاوے گا۔

مثال کے ذریعہ مندرجہ بالا بات کو اور صاف کیا جاسکتا ہے۔ فرض کرو ا۔ ب اور س تین اقسام کی زمین ہیں۔ ا زمین سب سے زیادہ زرخیز ہے ب۔ اس سے کم اور س سب سے کم زرخیز ہے سب سے پہلے ا زمین پر کاشت ہوگی کیونکہ وہ سب سے زیادہ زرخیز ہے۔ آبادی میں بڑھوتری ہونے سے ب۔ اور س زمین پر بھی کاشت ہونے لگے گی۔ ان تینوں زمینوں کی قوت پیداوار میں فرق ہونے سے ایک خاص رقم خرچ کرنے سے تینوں کی پیداوار برابر نہ ہوگی۔ فرض کرو تینوں کو الگ الگ جوتنے بونے میں ساٹھ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ جس سے

۹ زمین پر پچیس من اناج پیدا ہوتا ہے۔ ب۔ پر پندرہ من اور سؔ پر دس من۔ سؔ زمین کو جوتنے والے کو ساٹھ روپیہ خرچ کرنے پر دس من اناج ملتا ہے۔ اگر کل طلب کو پورا کرنے کے واسطے سؔ زمین کی پیداوار کی ضرورت ہے تو قیمت کو چھ روپیہ من ہونا پڑے گا۔ نہیں تو سؔ زمین پر کاشت نہ کی جا سکے گی۔ ا اور ب زمین کی پیداوار بھی اسی قیمت پر فروخت ہوگی۔ اس لئے ا زمین کے بونے والے کو پیداوار سے ۱۲۰ روپیہ ملے گا۔ ب زمین والے کو ۹۰ روپیہ اور سؔ زمین والے کو ساٹھ روپیہ ملے گا۔ ہم یہ پہلے مان چکے ہیں کہ ہر ایک زمین پر ساٹھ روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے۔ اس وجہ سے سؔ پر کچھ بھی بچت نہ ہوگی۔ ا پر ۶۰ روپیہ کی بچت ہوگی۔ اور ب پر ۳۰ روپیہ کی بچت ہوگی۔ اس بچت کو معاشیات میں لگان کہتے ہیں۔ اسے پیداوار کی صورت میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہاں آسانی کے لئے بچت کو روپیوں میں دکھایا جاتا ہے۔

سرحدی زمین } کاشت کی حد پر جو زمین ہوتی ہے اسے سرحدی زمین کہتے ہیں۔ اس زمین کی پیداوار اس کے خرچہ پیداوار کے برابر ہوگی اگر قیمت اُس کے خرچہ پیداوار سے زیادہ ہے تو اس

سے بھی کم زرخیز زمین پر کاشت ہونے لگے گی اور
تب وہ زرخیز زمین سرحدی زمین کہلائے گی۔ اگر
قیمت خرچہ پیداوار سے کم ہے تو وہ زمین کاشت کے
لئے استعمال میں نہ لائی جائے گی ایسی حالت میں اس
کے اوپر والی زمین اس سرحدی زمین کا مقام لے لیگی
لہٰذا سرحدی زمین کی پیداوار کی قیمت اس کے
خرچہ پیداوار کے برابر ہوگا۔ نتیجہ کے طور پر اس پر
کوئی بچت نہ ہوگی۔ اس پر جو کچھ پیدا کیا جاتا ہے
وہ صرف کل خرچہ پیداوار کے برابر ہی ہوتا ہے
یہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ بچت کو لگان کہتے ہیں۔ اس لئے
سرحدی زمین پر کوئی لگان نہیں ہوتا۔ اُسے بے لگان
کی زمین کہہ سکتے ہیں۔ اس سے اوپر والی سب زمینوں
پر لگان ہوگا۔ دوسرے الفاظ میں سرحدی زمین شرح
لگان معلوم کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس کی پیداوار سے
جتنی زیادہ زمین کی پیداوار ہوگی اتنا ہی زیادہ اس
پر معاشی لگان ہوگا۔

اس سلسلہ میں یہ بات معلوم رکھنی چاہئے کہ یہ
ضروری نہیں کہ جتنا معاشی لگان ہوتا ہے وہ سب
کا سب زمیندار کو ہی دے دیا جاتا ہے۔ جو لگان
زمیندار و کسان کے درمیان طے ہوتا ہے۔ اُسے
معاشی لگان نہ کہہ کر اقرار نامہ لگان (CONTRACT RENT)

کہتے ہیں۔ یہ لگان زمین کی طلب اور اس کے پورا ہونے کے ذریعہ کم ہوتا ہے۔ پھر بھی یہ لگان معاشی لگان پر ہی طے ہوتا ہے۔ زیادتی طلب کی حالت میں اقرارنامہ لگان معاشی لگان کے برابر ہوگا۔ لیکن زیادہ طلب کے نہ ہونے پر ممکن ہے دونوں میں فرق ہو۔ جیسے اگر زمین پر پورا قبضہ ہے اور لوگوں کے لئے دوسرے کاموں کی بہت کمی ہے تو اقرارنامہ لگان معاشی لگان سے زیادہ ہوسکتا ہے۔ لیکن عام طور پر معاشی لگان سے زیادہ اقرارنامہ لگان نہیں ہوتا

لگان اور قیمت کا تعلق اب یہ دیکھنا ہے کہ لگان اور قیمت کیا تعلق ہے عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ قیمت لگان سے اثر پذیر ہوتی ہے۔ لگان کے زیادہ ہونے سے قیمت اونچی ہوگی اور کم ہونے سے قیمت نیچی ہوگی۔ ہم کسانوں کو یہ کہتے سنتے ہیں کہ اناجوں کی قیمت اس وجہ سے اونچی ہے کہ انہیں بہت زیادہ لگان دینا پڑتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عام طور پر لگان قیمت کے کم یا زیادہ ہونے کی ایک وجہ مانی جاتی ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسی بات نہیں ہے۔ لگان قیمت کو مقرر نہیں کرتا بلکہ خود لگان ہی قیمت کے ذریعہ مقرر ہوتا ہے۔

زیادتی طلب کی حالت میں اناج کی قیمت ایک وقت

میں ایک سی ہو گی۔ قیمت سرحدی زمین کے خرچہ پیداوار کے برابر ہو گا۔ کیونکہ اگر قیمت اتنی نہیں ہے کہ سرحدی زمین کی لاگت نکل سکے تو کوئی بھی اس زمین کو نہیں جوتے گا۔ اس لیے اگر سرحدی زمین کی پیداوار کی ضرورت ہے تو قیمت کو اس کے خرچۂ پیداوار کے برابر ہونا پڑے گا۔ سرحدی زمین کی چرچا کرتے وقت ہم یہ کہہ چکے ہیں کہ اس پر کوئی بچت نہیں ہوتی اس وجہ سے اس پر لگان نہیں ہوتا۔ کیونکہ بچت کو ہی لگان کہتے ہیں۔ اب چونکہ قیمت سرحدی زمین کے خرچ پیداوار کے برابر ہوتی ہے اور لگان خرچۂ پیداوار میں شامل نہیں ہے اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ لگان ان قیمتوں میں شامل نہیں ہوتا۔ لگان کو قیمت کا حصہ نہیں کہہ سکتے۔ نتیجہ کے طور پر لگان میں کمی زیادتی ہونے کی وجہ سے قیمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مثال کے طور پر مان لیجئے کہ لگان کم کر دیا گیا ہے یا بالکل چھوڑ دیا ہے۔ لیکن قیمت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ یہ ویسا ہی رہے گا کیونکہ اس پر لگان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ جب تک سرحدی زمین کی لاگت خرچ میں فرق نہ پڑے گا تب تک قیمت میں بھی کوئی فرق نہ ہو گا۔ کیونکہ لگان میں تبدیلی لانے سے اس لاگت خرچ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس لئے قیمت میں بھی

کوئی کمی یا زیادتی نہ ہوگی۔

لگان کی وجہ سے قیمت میں تبدیلی نہیں ہوتی لیکن قیمت میں اتار چڑھاؤ ہونے سے لگان میں کمی زیادتی ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر مان لیجیے کہ قیمت بڑھ جاتی ہے ایسا ہونے پر لوگوں کو اور کم زرخیز زمین کو جس پر ابھی تک کاشت نہیں ہوتی تھی کاشت کے کام میں لگانے کے واسطے مدد ملے گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کاشت کی حد اور آگے بڑھ جاوے گی۔ جو پہلے سرحدی زمین تھی اس پر اب بچت ہونے لگے گی۔ اور اس سے اچھی زمینوں کی بچت اور بڑھ جائے گی۔ اس وجہ سے لگان میں بھی زیادتی ہوگی اگر قیمت گر جاتی ہے تو اس کا اثر اس کے برخلاف ہوگا۔ قیمت کم ہوجانے کی وجہ سے جو پہلے سرحدی زمین تھی اس پر کاشت نہ ہوگی کیونکہ اس کا خرچہ پیداوار کی قیمت سے زیادہ ہو جانے لگا۔ جو زمین اس سے ذرا اچھی تھی اور جس پر کچھ لگان ہوتا تھا اب وہ سرحدی زمین بن جائے گی۔ زیادہ زرخیز زمینوں کی بچت کم ہو جائے گی اور اس وجہ سے لگان بھی۔ لہذا قیمت میں فرق ہونے سے لگان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ لگان زیادہ ہے اس وجہ سے اناج مہنگا ہے یہ کہنا ٹھیک نہیں ہے۔ بلکہ

یہ کہنا ٹھیک ہوگا کہ اناج مہنگا ہے اس لئے لگان زیادہ ہے۔

ذاتی نقطہ نظر سے لگان کو خرچہ پیداوار میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن سماجی نقطہ نظر سے نہیں۔ مزدوری سود وغیرہ ضروری نتائج ہیں۔ اسواسطے انہیں خرچ پیداوار میں شامل کیا جاتا ہے۔ اگر سود نہ دیا جاوے تو دولت کی مقدار کم ہو جاوے گی یہی بات مزدوری کے ساتھ لاگو ہے۔ مزدوروں کو کام پر لگانے کے واسطے مزدوری دینا ضروری ہے۔ مزدوری کم ہونے پر محنت کی تعداد کم ہونے لگے گی۔ اس طرح اگر منتظم کو منافع نہ ہو تو وہ جوکھم اٹھانے کے واسطے تیار نہ ہوگا۔ لیکن زمین کے سلسلہ میں یہ بات نہیں کہی جا سکتی۔ چاہے جتنا کم یا زیادہ لگان ہو۔ زمین کا رقبہ اتنا ہی رہے گا۔ سماج کے لئے زمین کی خدمات کے عوض میں کچھ دینا ضروری نہیں۔ اس کی خدمات میں لگان دینے یا نہ دینے سے کوئی فرق نہ ہوگا۔ اس لئے زمین پھل کو بچت کہتے ہیں بچت خرچہ پیداوار میں شامل نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ قیمت میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

لگان پر دیگر باتوں کا اثر } لگان اور قیمت کے متعلق ہم اوپر کہہ چکے ہیں

کہ لگان قیمت پر منحصر ہوتا ہے۔ قیمت کے بڑھنے کے ساتھ لگان بڑھتا ہے اور کم ہونے کے ساتھ کم ہوتا ہے۔ اس لیئے اگر ہم کسی بات کا لگان پر اثر معلوم کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ قیمت پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے۔ اگر اس کی وجہ سے قیمت میں ترقی ہوتی ہے۔ تو لگان میں بھی زیادتی ہوگی اور اگر قیمت کم ہوتی ہے تو لگان بھی کم ہوگا مثال کے واسطے بعض خاص باتوں کے اثر کا مطالعہ نیچے کیا جاتا ہے۔

۱۔ ذرائع رسل و رسائل میں ترقی } اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو دور کی زرخیز زمین ہے اس کی پیداوار آسانی سے اور کم خرچ میں منڈی میں آنے لگے گی۔ اس وجہ سے منڈی کے قریب والے مقامات میں کم زرخیز زمین پر کھیتی نہ ہوگی۔ پہلے جس پر کاشت کی جاتی تھی کیونکہ دور کے مقامات سے مال آنے کا کوئی اچھا اور سستا ذریعہ نہ تھا۔ آمدورفت کے ذرائع میں ترقی ہونے سے یہ کمی دور ہو جائے گی اس لیئے منڈی کے نزدیک والے مقامات پر لگان کم ہو جائے گا اور دور کے مقامات پر جہاں سے مال آنے لگتا ہے لگان زیادہ ہو جائے گا۔

۲۔ کاشت کرنے کے طریقوں میں سدھار — کاشت کرنے کے طریقوں میں سدھار ہونے سے زمین کی پیداوار بڑھ جائے گی اگر طلب اتنی ہی رہے تو کل رسد میں زیادتی ہونیکی وجہ سے قیمت کم ہو جائے گی۔ قیمت کے کم ہونے سے لگان بھی کم ہو جاتا ہے۔

۳۔ آبادی میں اضافہ — آبادی میں اضافہ ہونیسے کاشت کی اشیاء کی طلب بڑھے گی۔ اس بڑھتی ہوئی طلب کو پورا کرنے کیواسطے اور کم زرخیز زمین پر کاشت کرنی پڑے گی۔ کاشت کی حد اور آگے بڑھنے کی وجہ سے لگان بڑھ جاوے گا۔

باب ۳۵

منافع

منافع کا مطلب — پیداوار کے اب صرف ایک ذریعہ کے نتیجہ پہ غور کرنا باقی ہے وہ ہے سنگھٹن یا تنظیم۔ اس کے نتیجہ کو منافع کہتے ہیں دولت کی پیداوار کا وہ حصہ جو منتظم کو اس کی خدمات

کے عوض نہیں ملتا ہے "منافع" کہلاتا ہے۔ منتظم ملقہ پیداوار میں کئی اہم کام کرتا ہے۔ پیداوار کی ساری باگ ڈور اس کے ہاتھ میں رہتی ہے۔ وہی یہ طے کرتا ہے کہ کون سی اشیاء کہاں اور کتنی مقدار میں پیدا کرنی چاہیے۔ ضروری ذرائع کو کافی مقدار میں جمع کرنا اور ان کے درمیان کام کی مناسب تقسیم کرنا بھی اسی کا کام ہے۔ صنعت کا سارا انتظام تنظیم دیکھ بھال وغیرہ سب کا بوجھ اس پر رہتا ہے اس کے علاوہ اسے ایک کام اور ضروری کرنا پڑتا ہے۔ جن کی اہمیت ان سب سے زیادہ ہے۔ وہ ہے ہمت یا ذمہ داری اٹھانے کا کام منتظم پیداوار کے دیگر ذرائع کا عوض مقرر کرنا پڑتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جب پیدا کی ہوئی چیز بکنے کے واسطے منڈی میں جاوے تو اس کی طلب کم ہو جاوے یا زیادہ اس نفع نقصان کی ذمہ داری منتظم کو ہی اٹھانی پڑتی ہے۔ ہر ایک صنعت میں کم زیادہ نفع نقصان کا مسئلہ ضرور ہوتا ہے۔ اس کام کو سنبھالے بغیر کسی بھی کام کو چلانا ناممکن ہے۔ پس منتظم دو قسم کے کام کرتا ہے۔ ایک تو انتظام کا کام اور دوسرا ہمت کا کام۔ ان دونوں طرح کے کاموں کو الگ الگ بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ منتظم کے واسطے

یہ ممکن ہے کہ وہ مقرر تنخواہ ہوں پر کچھ تنظیم کنندوں کو مقرر کرے اور دیکھ بھال کا کام چھوڑ دے لیکن نفع نقصان اٹھانے کا کام دوسروں پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اس کی ذمہ داری تو منتظم پر ہی ہوتی ہے۔ اصل میں اس کا خاص کام یہی ہے۔ اس بات کو دھیان میں رکھتے ہوئے بعض عالمان معاشیات کا کہنا ہے۔ کہ نفع منتظم کی ہمت کا عوض یا قیمت ہے۔ ہمت کا مطلب جوکھم اٹھانے کے کام سے ہے جو جوکھم اٹھاتا ہے اسے منتظم کہتے ہیں۔

"کل منافع" کا مطالعہ

چیز کے تیار ہونے پر منتظم کو اس کے فروخت کرنے سے جو قیمت وصول ہوتی ہے۔ اس میں سے وہ کئے گئے خرچوں کو کاٹتا ہے۔ کچے مال کی قیمت خرچ انتظام۔ مشینوں کی گھسائی اشتہار و بیمہ خرچ لگان مزدوری۔ سود وغیرہ خرچوں کو نکالنے پر جو باقی رہتا ہے اسے منتظم کا منافع کہا جاتا ہے۔ لیکن لیکن یہ اس حقیقی منافع (Net Profit) نہیں بلکہ کل منافع (Gross Profit) ہے۔ کل منافع میں بہت سی چیزیں شامل رہتی ہیں۔ ان میں سے کچھ تو ایسی ہیں۔ جنہیں سائنٹفک اصول سے منافع کہنا مناسب نہیں۔ اصل میں منافع سے متعلق مضمون میں جو مختلف

مشکلات پیش آتی ہیں۔ ان کا یہ ایک خاص سبب ہے حقیقی منافع کو اچھی طرح سے سمجھنے کے واسطے کل منافع کے مختلف درجوں کا خیال کرنا ضروری ہے۔ کل منافع میں مندرجہ ذیل باتیں شامل رہتی ہیں:-

۱- منتظم کے نجی ذرائع کا معاوضہ } تجارت میں عموماً منتظم کی اپنی پونجی اور زمین لگی ہوئی ہوتی ہے۔ ان ذرائع کے معاوضہ کو منافع نہیں کہہ سکتے کیونکہ اگر وہ اپنے ان ذرائع کو کسی دیگر مقام پر رکھتا۔ تو ضرور ہی اسے اس کے عوض میں سود اور لگان ملتا۔ اس واسطے کل منافع میں سے منتظم پرائیویٹ ذرائع کا معاوضہ نکال دینا چاہیے:-

۲- انتظام کی مزدوری } کل منافع میں انتظام کی مزدوری بھی شامل رہتی ہے۔ عام طور پر منتظم خود ہی انتظام اور دیکھ بھال وغیرہ کا کام کرتا ہے۔ اس خدمت کے عوض جو کچھ اسے ملنا چاہیے اسے انتظام یا مزدوری کہہ سکتے ہیں۔ اگر وہ کسی دوسری تجارت میں منتظم کے طور پر یہ کام کرتا تو اسے ایک مقرر تنخواہ ملتی۔ کچھ منافع میں سے اس مزدوری کے برابر کا حصہ نکال دینا چاہیے۔ کیونکہ یہ تو اسے منتظم کی صورت میں ملتی ہے۔

۳ء خطرہ اٹھانے کا معاوضہ } یہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ ہر ایک تجارت میں کچھ نہ کچھ خطرہ ضرور ہوتا ہے۔ موجودہ طریقہ پیداوار کی وجہ سے تجارت میں خطرہ کا حصہ بہت بڑھ گیا ہے۔ اب پیداور بڑے پیمانہ پر منڈیوں میں فروخت ہونے کے واسطے کیا جاتا ہے۔ منڈی میں کسی چیز کی مستقبل میں کتنی طلب ہوگی۔ اس اندازہ کے انحصار پر اشیار کی پیداوار ہوتی ہے لیکن طلب بہت غیر مستقل ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے طلب پر فیشن۔ آمدنی۔ موسم۔ آبادی وغیرہ کئی باتوں کا اثر پڑتا ہے اور ان میں ہمیشہ تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے ممکن ہے۔ کہ جب پیدا شدہ اشیار منڈی میں لے جایا جاوے تو طلب میں تبدیل ہونے کی وجہ سے وہ نہ فروخت ہو سکے۔ اسی طرح پیداوار کے طریقوں میں بھی تبدیل ہونے سے غیر مستقلی آجاتی ہے اس غیر مستقلی سے تجارت میں نفع و نقصان کا سوال برابر موجود رہتا ہے۔ جب تک کوئی اس خطرہ کی ذمہ داری اپنے اوپر نہ لے گا۔ تجارت کا کام نہ چل سکے گا۔ لیکن اس طرح کی ہمت کرنے کے واسطے بہت سی مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ طرح طرح کے مسائل کو حل کرنا ہوگا۔ بغیر کسی معاوضہ کی امید کے کوئی بھی شخص اس کام کو ہاتھ نہ لگائے گا۔ اس لئے منتظم کو خطرہ اٹھانیکا

معاوضہ ضرور ملنا چاہیے۔ کل منافع میں یہ معاوضہ بھی شامل ہے۔

انتظام اور خطرہ کے اٹھانے کے معاوضہ کو معمولی منافع (Normal Profit) کہتے ہیں۔ معمولی منافع کو خرچۂ پیداوار میں شامل کیا جاتا ہے۔ اگر لمبے عرصہ میں منتظم قیمتوں کے ذریعہ مندرجہ بالا دونوں باتوں کا حصل نہیں نکال پاتا۔ تو وہ پیداوار کا کام بند کردیگا۔

عہ بچت کل منافع کا باقی حصہ بچت کہلاتا ہے۔ یہ بچت کئی وجوہات سے ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے جاری کرنے والا مکمل قبضہ دار بھی ہو۔ اس حالت میں وہ خریداروں سے زیادہ قیمت لے کر خاص منافع حاصل کرسکتا ہے۔ کبھی کبھی ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں جن سے جاری کرنے والے کا منافع بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے مثال کے طور پر اگر طلب ایک دم بڑھ جاتی ہے تو قیمت بھی آسمان پر چڑھ جائے گی۔ اس کے نتیجہ کے طور پر اس شخص کو زیادہ منافع ہو گا۔ جس کا اسے خیال بھی نہ تھا اس طرح اچانک جنگ چھڑ جانے سے یا ایسے اور کسی حادثہ کی وجہ سے جاری کرنے والوں کے منافع میں خاص بڑھوتری ہوتی ہے۔ سٹہ بازی کے نتیجہ کے طور پر بھی کافی بچت ہو جاتی ہے۔ ہر ایک جاری کرنے والے کو خطرہ اٹھانا پڑتا ہے۔ لیکن سٹہ بازی ضروری نہیں ہے

مندرجہ بالا مطالعہ سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ منافع کے اندر کتنی طرح کے معاوضوں کا مجموعہ ہے ان میں سے کچھ تو ضروری ہیں اور کچھ نہیں عالم معاشیات کممل منافع کے مختلف درجوں پر زور دیتے ہیں کئی منافع کا مطلب بچت سے لیتے ہیں۔ کئی منافع کو خطرہ اٹھانے معاوضہ کی صورت میں استعمال کرتے ہیں۔ اور کئی عالم معاشیات منافع کو صرف ایک طرح کی مزدوری ہی مانتے ہیں۔ اس وجہ سے منافع کا مضمون بہت ہی مشکوک ہے۔

منافع اور خرچہ پیداوار خرچہ پیداوار میں منافع شامل ہوتا ہے یا نہیں۔ اس پر کوئی ایک رائے نہیں ہے۔ محض عالم معاشیات کا یہ خیال ہے کہ منافع بچت یا باقی رقم ہے۔ اور یہ خرچہ پیداوار میں شامل نہیں ہوتا۔ اصل میں سے لاگت خرچ نکالنے کے بعد جو کچھ باقی رہ جاتا ہے۔ وہی منافع کہلاتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے منافع کو خرچہ پیداوار کے اندر شامل نہیں کر سکتے اور اس وجہ سے منافع قیمت پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ یہ بھی لگان کی طرح قیمت پر منحصر ہے۔ قیمت میں زیادتی ہونے سے منافع بڑھتا ہے۔ اور قیمت کے گرنے سے منافع گھٹتا ہے۔ جہاں تک منافع کے اس حصہ کا تعلق ہے۔ جسے بچت کہتے ہیں۔ یہ نقطہ

نظر جیسے صحیح ہے لیکن منافع کے دیگر درجوں کے متعلق یہ کہنا مناسب نہ ہوگا۔ انتظام اور خطرہ اٹھانے کا معاوضہ ضروری معاوضہ ہے اور ضروری معاوضوں کو خرچ پیداوار میں شامل کرنا پڑتا ہے۔ اگر لمبے عرصہ میں قیمت اتنی لمبی نہیں ہوتی کہ ان ضروری خدمات کا معاوضہ نکل سکے تو صانع اپنا دھندا بند کر دے گا۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ عرصہ تک ان خدمات کے عوض میں معاوضہ نہ ملنے پر بھی صانع کام کرتا رہے۔ کیونکہ مستقبل میں اسے زیادہ ملنے کی امید ہو لیکن اگر یہ حالت ہمیشہ ایسی ہی بنی رہتی ہے۔ تو ضرور ہی نا امید ہو کر اسے اپنا وہ کام چھوڑنا پڑے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ غیر مستقل باتیں سب کو بری لگتی ہیں اس لئے بغیر کسی لالچ کے کوئی غیر مستقل باتوں کے واسطے کام کرنے کو تیار نہ ہوگا۔ ٹھیک یہی بات جاری کرنے والے کے بارے میں بھی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ خطرہ اٹھانیکا کام بہت ہی ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی بھی کام نہیں چل سکتا۔ لیکن یہ کام اتنا ہی غیر مستقل ہے ممکن ہے مستقبل میں نقصان اٹھانا پڑے یا منافع ہو اس طرح کی غیر مستقل آمدنی کے واسطے کام کرنے کو کوئی تبھی تیار ہوگا جب اسے کوئی لالچ دکھایا جائے گا۔ یہ لالچ ہے اس تجارت کا منافع۔ لہذا منافع ایک

مزدوری معاوضہ ہے اس کے بغیر صانع انتظام یا خطرہ اٹھانے کا بوجھ اپنے اوپر نہ لیں گے۔ ضروری ہونے کی وجہ سے یہ خرچ پیداوار میں شامل ہوگا۔ بس اس سوال کا جواب کہ منافع لاگت خرچ میں شامل ہوتا ہے یا نہیں اس بات پر منحصر ہے کہ منافع کو کسی معنی میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ تو یہ خرچ پیداوار کا حصہ نہیں مانا جائے گا اور اگر منافع کو انتظام اور خطرہ کے معاوضہ کے معنی میں استعمال کیا جا رہا ہے تو ضرور ہی اسے لاگت خرچ شامل کریں گے۔

منافع اور مزدوری

پروفیسر ٹاسگ ڈیون پارٹ وغیرہ کئی ایسے عالم معاشیات منافع کو مزدوری کی صرف ایک صورت مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ بلا شبہ حقیقت ہے کہ صانع کا منافع غیر مستقل اور غیر مقرر ہے۔ لیکن یہ سوچنا کہ منافع حالات یا موقع کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ٹھیک نہیں۔ صانع کی کامیابی موقع کی بات نہیں ہے۔ کامیابی کے واسطے اس میں کئی خوبیوں کا ہونا ضروری ہے جیسے دور اندیشی تیز فہمی تنظیم قوت فیصلہ و قابل مزدوروں کو پہچاننے کا وصف دوسروں میں وشواس پیدا کرنے کی قوت وغیرہ۔ انہیں اوصاف کی طاقت پر صانع کی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ منافع انہیں

اوصاف کا معاوضہ ہے۔ یعنی منتظم بھی مزدوروں کی طرح محنت کرتا ہے۔ جس کے معاوضہ کے طور پر اسے منافع ملتا ہے۔ اس وجہ سے بعض اشخاص منافع کو ایک طرح کی مزدوری مانتے ہیں۔ اگرچہ کچھ حد تک منافع اور مزدوری میں کوئی خاص فرق نہیں معلوم پڑتا پھر بھی دونوں کو ایک طرح کا معاوضہ ٹھرانا غلطی ہے۔ مزدوری ایک مستقل معاوضہ ہے۔ لیکن منافع بالکل غیر مستقل۔ عام طور پر مزدوری ایک خاص حد سے نیچے نہیں جا سکتی۔ لیکن منافع کی کوئی حد نہیں وہ بہت زیادہ بھی ہو سکتا ہے اور بہت کم بھی۔ یہاں تک کہ کبھی وہ نقصان کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ صانع کا خاص کام خطرہ اٹھانا ہے۔ لیکن مزدوروں سے اس سے کچھ مطلب نہیں یہ ٹھیک ہے کہ مزدوروں کو بھی کچھ خطرہ اٹھانا پڑتا ہے۔ جیسے کہ جس دھندے کو انہوں نے سیکھا ہے۔ اس میں کام کم ہونے پر ان کو ملازمت سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ پھر بھی صنعت کرنے والوں کو جتنے اور جس قسم کے خطرات اٹھانے پڑتے ہیں وہ مزدوروں کے خطرات سے کہیں زیادہ ہیں۔ اس کے علاوہ مقابلہ میں رکاوٹ آنے سے منافع بڑھ جاتا ہے۔ لیکن اس کے اثر سے مزدوری کم ہونے لگتی ہے۔ ان سب باتوں کو دھیان میں لاتے ہوئے منافع اور مزدوری کو الگ رکھنا ضروری ہے دونوں میں بہت فرق ہے۔

ضمیمہ

تعریفاتی الفاظ

English Words	Urdu Equivalents
—(A)—	
Abundance	بہتات
Accumulation	ذخیرہ
Actual Price	اصلی قیمت
Advalorem Stamp Duty	قیمت کے مطابق اسٹامپ فیس
Advertisement	اشتہار۔ اعلان
Agent of Production	عاملان پیدائش
Agriculture	کاشت
Alloy	ملاوٹ
Analysis	ترکیب
A pprentice	امیدوار
Art	فن
Auxiliary Capital	مددگار پونجی
—(B)—	
Bad Coin	سکہ ناقص
Balance of Trade	تجارتی بقایا
Bank	بینک
Barter	مبادلہ کرنا
Basic	شروعات
Bimetallism	
Bill of Exchange	ہنڈی

Board	انجمن
Broker	دلالی
Business Combination	تجارتی ملن
By-products	ضمنی پیداوار
(C)	
Canons of Taxation	ٹیکس کے اصول
Capital	دولت
Capitalism	سرمایہ داری
Capital Goods	کچا مال
Census	مردم شماری
Central Bank	مرکزی بینک
Characteristics	خصوصیات
Cheque	چیک
Circulation of Money	سکہ کا چلن
Classification	ترتیب
Cognisability	پہچان
Coin	سکہ
Coinage	سکہ ڈھلائی
Comforts	آرام کے سامان
Commerce	تجارت
Commercial Bank	تجارتی بینک
Communism	اشتمالیت
Commodity	شے
Competition	مقابلہ
Complex	پیچیدہ
Conflict	تنازعہ

Consumer	صارف
Consumers Surplus	صارف کی بچت
Consumption	صرف
Conventional Necessaries	رسمی لوازمات
Convertible	قابل بدل
Co-operation	امداد کرنا
Co-operative Credit	امدادِ باہمی
Co-ordination	متعلق
Cost	لاگت
Cottage Industry	گھریلو صنعت
Credit	اعتماد
Cultivation	کاشت
Currency	سکۂ رائج الوقت
Current Account	حسابِ رواں
Curve	خط

—(D)—

Death Rate	شرح اموات
De-centralisation	مرکزیت
Definition	تعریف
Demand	طلب
Demand Curve	خط طلب
Demand Schedule	پیمانۂ طلب
Density of Population	آبادی کی گنجائش
Department	شعبہ
Deposit	جمع
Depreciation	ضائع ہونا

Desire	خواہش
Direct Taxes	براہِ راست ٹیکس
Distribution	تقسیم
Divisibility	قابلِ تقسیم
Division of Labour	شعبۂ مزدوری
Domestic System	خاندانی طریقہ
(E)	
Economic	معاشی
Economical	بچت
Economic Efforts	معاشی کوشش
Economic Evolution	معاشی ترقی
Economic Goods	معاشی اشیاء
Economic Rent	معاشی لگان
Economic Welfare	معاشی بہبودی
Economics	معاشیات
Efficiency	قابلیت
Elasticity of Demand	طلب کی لچک
Enterpreneur	ناظم باہمت
Enterprise	ہمت
Ethics	اخلاق
Exception	استثناء
Exchange	تبادلہ
Expert	ماہر
Exploitation	فائدہ اٹھانا
Export	درآمد
External Economies	بیرونی بچت

External Goods	بیرونی اشیاء
Extravagant	فضول خرچ
—(F)—	
Face Value	ظاہری قیمت
Factors of Production	ذرائع پیداوار
Family Budget	گھر کا بجٹ
Final Consumption	آخری صرفہ
Fiscal Policy	حکمت زراصلی
Fixed Capital	سرمایہ قائم
Fluctuation	کمی بیشی
Foreign Capital	خارجی دولت
Forms of Capital	دولت کی قسمیں
Free Coinage	آزاد سکہ سازی
Free Goods	قدرتی اشیاء
Functions of Money	سکہ کے کام
—(G)—	
Geographical Situation	طبعی محل وقوع
Goods	اشیاء
Goodwill	شہرت
Gratuitous Coinage	بلافیس سکہ ڈھلائی
Gross Interest	کل سود
—(H)—	
Handicraft	کاریگری
Horizontal Combination	قطعاتی ملن
Hunting Stage	شکار کی حالت
Homogeneity	یکسانیت
—(I)—	
Ideal	معیار
Immigrant	غیر ملکی

Importance	اہمیت
Imports	برآمد
Income	آمدنی
Increment	اضافہ
Indigenous	دیسی
Indirect	گھما کر
Industry	صنعت
Industrial Revolution	صنعتی انقلاب
Inequality	غیر برابری
Inflation of Currency	سکّہ کا پھیلاؤ
Inland Trade	دیسی تجارت
Interest	سود
International Wealth	بین الاقوامی دولت
Intrinsic Value	حقیقی قیمت
—(J)—	
Joint Product	مشترکہ پیداوار
Joint Demand	مشترکہ طلب
Joint Stock Company	مشترکہ سرمایہ والی کمپنی
—(K)—	
Key Industries	خاص صنعتیں
—(L)—	
Labour	محنت
Land	زمین
Land Mortgage Bank	زمین سے متعلق بینک
Law of Diminishing Returns	قانون تقلیل حاصل
Law of Diminishing Utility	قانون تقلیل اضافہ
Law of Equi-Marginal Utility	قانون مساوی مختتم افادہ
Legal Tender	قانونی زر
Limit	حد

Limited Coinage	محدود سکہ سازی
List	فہرست
Localization of Industries	صنعتوں کا مقامی پن
Long period price	لمبے عرصہ کی قیمت
Luxuries	عیش و عشرت کی اشیاء
—(M)—	
Malleability	ڈھلاؤ تشکیل پذیری
Management	انتظام
Manufactured Goods	تیار مال
Marginal Cost	کم از کم قیمت
Marginal Utility	قلیل افادہ
Market	منڈی
Market Price	بازاری قیمت
Material Goods	مادی اشیاء
Mechanical Power	مشینی قوت
Medium of Exchange	ذریعہ تبادلہ
Mobility	نقل پذیری
Money	نقد۔ زر۔ دولت
Money Wages	نقد مزدوری
Monopoly	مکمل قبضہ
Motive Power	قوتِ حرکت
—(N)—	
National Income	قومی آمدنی
Natural Resources	قدرتی ذرائع
Necessaries	ضروری اشیاء
Net Interest	حقیقی سود
Nominal work	نقد مزدوری

Normal	معتدل
—(O)—	
Obligation	دین داری
Observation	مشاہدہ
Occupation	پیشہ
Organisation	تنظیم
Output	پیداوار
Over Production	زاید پیداوار
—(P)—	
Paper Money	زر کاغذی
Per Capita	فی شخص
Perfect Competition	مکمل مقابلہ
Parsonal Wealth	ذاتی دولت
Piece Wages	کام کے مطابق
Population	آبادی
Portabitity	نقد پذیرائی
Positive checks	قدرتی ذرائع
Preventive checks	انتظامی ذرائع
Price	قیمت
Prime cost	اصلی لاگت
Production	پیداوار
Productivity	افزائش
Profit	منافع
Protection	حفاظت
Public Debt	عوام کا قرضہ
Purchasing Power	قوت خرید
—(Q)—	
Quantity	تعداد
Quasi Rent	معاشی لگان

(R)

Rate	شرح
Ratio of Exehange	نسبت تبادلہ
Raw Materials	کچا مال
Real Wages	حقیقی مزدوری
Remuneration	اجرت
Rent	لگان
Risk	خطرہ

(S)

Sacrifice	قربانی
Satisfaction	تسکین
Saving	بچت
Scarcity	کمی
Schedule	فہرست
Scope	وسعت
Skill	ماہر ہنر
Socialism	اشتراکیت
Specialisation	مخصوص کرنا
Stability	قائمی
Standard of living	معیار زندگی
Standard of value	قیمت کا معیار
Subsidiary Industries	مددگار صنعتیں
Supplementary Cost	خاص لاگت
Supply	رسد
Surplus Profit	باقی منافع

(T)

Table	نقشہ
Tax	ٹیکس

Tendency	رجحان
Theory	اصول
Time Wages	وقت کے مطابق مزدوری
Total Cost	کُل لاگت
Trade	تجارت
Trade Union	انجمنِ مزدور
Transport	رسل و رسائل

—(U)—

Unearned Income	بغیر محنت کی آمدنی
Unit	اکائی
Utility	افادیت

—(V)—

Value	قیمت
Value-in-use	افادیت
Variety	اختلاف
Vertical Combination	آہستہ آہستہ مِلن
Voluntary Monopoly	آزاد مکمل قبضہ
Volume	حجم

—(W)—

Wages	مزدوری
Want	ضرورت
Wealth	دولت
Will	وصیت نامہ

زیرِ نگرانی رفیق احمد ہلالزدہ پریس دریا گنج دہلی میں چھپی